عقیدہ صحیحہ کی وضاحت کرنے والا رسالہ

سوالاتِ سبع مع الجوابات

مصنف

حافظ محمد وقاص شاہ ہاشمی چشتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوالات سبع مع الجوابات

حافظ محمد وقاص شاہ ہاشمی چشتی

ناشر

[redacted] بک ڈپو

[redacted] مین اُردو بازار لاہور

نام کتاب: سوالات سبع مع الجوابات

مصنف: حافظ محمد وقاص شاہ ہاشمی چشتی

نظر ثانی: علامہ محمد عرفان سیالوی، مفتی فیاض احمد سعیدی

خصوصی تعاون: محمد عامر جاوید

پرنٹرز: عظیم پرنٹرز، لاہور

ہدیہ

بفیضان نظر

واقف اسرار و رموز عالم باعمل شناسائے حقیقت سیدی و سندی و مرشدی و مولائی پیر طریقت رہبر شریعت

حضرت مولانا معین الدین چشتی نظامی مدظلہ العالی

و

میرے آقائے نعمت امام اہلسنت مجدد دین و ملت تاجدار بریلی سیدی و سندی و مرشدی مولائی

الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی نور اللہ مرقدہٗ

شرفِ انتساب

میں اپنی اس حقیری کاوش کو

اپنے مربی ومحسن

اپنے پیارے والدین کے نام منسوب کرنے

کا شرف حاصل کرتا ہوں

جن کی دعائیں میری کامیابی کا راز ہیں۔

حمد باری تعالیٰ

مجھے حمد و ثناء سے آشنا کر
میری روح کو فنا سے پھر بقا کر
الٰہی مجھ کو رومی کا قلم دے
مجھے جامی کا ذوق نعت عطا کر
موذن عشق احمد کا بنوں میں
مجھے روح بلالی بھی عطا کر
زبان میری مؤثر ہو اثر میں
ثناء خوانوں کا مجھ کو ہم نوا کر
بوصیری کا ہے خادم ہاشمی بھی
بفیض بردأ ابیض شفا کر

اخذ کلام: نوائے ہاشمی

نعت رسول مقبول ﷺ

اگر تو ثنا خواں نہیں مصطفیٰ کا — تو پھر کر تو دعویٰ نہ ذکر خدا کا
تو عاشق نہیں گر حبیب خدا کا — بھروسہ نہ رکھ تو خدا کی رضا کا
خدا نے دیا حکم جاؤک کہہ کر — نہ مانگوں کسی سے یہی سے مرا در
نہ مانگے گا جب تک در مصطفیٰ پر — تو محروم ہو گا خدا کی عطا کا
من اللہ نور خدا کہہ رہا ہے — میرا مصطفیٰ تو وہ نور خدا ہے
اگر تو نہ مانے یہ تیری خطا ہے — تو حق دار ہو گا نہ ان کی ضیاء کا
صلو علیہ بیان کو تو سن کر — سلام علیکم نمازوں میں پڑھ کر
اگر پھر بھی ہو گا صلوتوں کا منکر — تو ہو گا اثر پھر نہ تیری دعا کا
نبی کو تو حاضر و ناظر نہ جانے — بڑا حیف شیطاں کو حاضر تو مانے
قبر میں بھی دیکھے تو پھر بھی نہ مانے — برا ہے عقیدہ یہ کس انتہا کا
لکھا ہاشمی تو نے یہ جو قصیدہ — یہی تیرا ایماں یہی ہے عقیدہ
یہ تیرے عقائد ہیں سب سے سنجیدہ — محافظ رہے تو اسی کی بقا کا

اخذ کلام: نوائے ہاشمی

تقریظ

بسم اللہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ

بحمدہ تعالیٰ یہ مختصر اور جامع رسالہ جس کا حرف بہ حرف مطالعہ کیا ہے جس میں بے دین لوگوں کے اعتراضات کا جواب بمع حوالہ جات دیا گیا ہے اس پرفتن دور میں بے دین لوگوں کے ہتھ کنڈے جاری ہیں لوگوں کو گمراہی کے دھانے پر لانے کی بھرپور کوشش کی جارہی ہے ضرورت ہے کہ ایسے چھوٹے چھوٹے رسالے چھاپ کر بے دین لوگوں کا رد کیا جائے اس دور میں جہاد بالقلم انتہائی ضروری ہے پسرم محمد وقاص شاہ کی یہ پہلی کوشش جسے میں دل کی گہرائیوں سے سراہتا ہوں کہ انتہائی مدلل انداز میں مرتد فرقوں کے اعتراض، ہ جواب دیا اللہ پاک حضور علیہ السلام کے نعلین پاک کے تصدق سے ان کے علم وعمل میں اضافہ فرمائے آمین۔

دعاگو نور محمد شاہ

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی مَامَضٰی وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی مَا بَقٰی
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ خَیْرِ الْوَرٰی
مَدَحْتُكَ یَارَسُوْلَ اللّٰه صَلَی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ
اَنْتَ خِیَارُ اللّٰه اَلْمُسْتَغَاثُ اِلٰی حَضْرَۃِ اللّٰهِ تَعَالٰی
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰه

حمد وثنا اور درود بحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بندہ ناچیز اس کتاب کے مقدمہ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ ازل سے ایک قانون چلا آرہا ہے کہ حق کے سامنے ہمیشہ باطل سر اٹھاتا ہے۔ ان کی چند مثالیں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب سیدنا آدم علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے مقام ومرتبہ علم ونبوت سے سرفراز فرمایا تو شیطان مردود نے اس حق کے سامنے باطل کی صورت میں سر اٹھایا۔ نتیجتاً مردود ہوگیا اور کائنات ہست وبود میں سب سے پہلے حق کے سامنے باطل کی صورت میں سر اٹھانے والا اور کفر کرنے والا شیطان تھا۔

پھر دور آیا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا یہ چونکہ حق پر تھے۔ نمرود کی صورت میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے سامنے اس باطل نے سر اٹھایا پھر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا دور مبارک آیا تو فرعون کی صورت میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اس باطل کا مقابلہ کرنا پڑا۔ پھر باری آگئی سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو ابوجہل عتبہ شیبہ

و ابولہب و دیگر کفار مکہ کی صورت میں باطل نمودار ہوا پھر باری آئی شہزادہ حسین رضی اللہ عنہ کی تو یزید کی صورت میں باطل سے سامنا ہوا۔

• انبیاء ورسل عظام وصحابہ وتابعین کے ادوار مبارک کے بعد چونکہ اب نبی تو آنا کوئی نہیں تھا۔ اس لیے احکام شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم وعقائد کی حفاظت کے لیے اللہ پاک نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے علماء کو مامور فرمایا کہ جن سے شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم واحکام شریعت وعقائد کی حفاظت کی جائے۔

اور دوسری طرف ایک ایسا گروہ بنایا کہ جس پر اس سے بڑی ذمہ داری ڈالی۔ وہ یہ کہ ان نفوس قدسیہ کو علم ظاہر کے ساتھ علم باطن کی حفاظت کی ذمہ داری بھی سونپی گئی۔ یہ نفوس قدسیہ جہاں علم ظاہر پر عمل کرتے اور کرواتے وہاں جب دین اسلام کی روحانی اقدار مردہ ہونے لگتیں تو یہ اس کو سنبھالا دے کر حقیقت اور معرفت کی شاہراہ پر گامزن کر دیتے گویا کہ یہ نفوس قدسیہ ظاہر کو سنوارنے کے ساتھ ساتھ انسان کا اپنے مولیٰ کے ساتھ قلبی عشقی تعلق بھی بحال کرتے تھے اور کرتے ہیں۔

چونکہ یہ علماء ظاہر وعلماء ظاہر وباطن یہ چونکہ حق پر تھے اور حق پر ہیں ان کے مقابلہ میں بھی ایک باطل نمودار ہونا تھا اور یہ وہ باطل تھا کہ جس کی نشاندہی آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے فرمادی تھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے دعا فرمائی۔ اے اللہ ہمارے لیے ہمارے شام میں برکت فرما اے اللہ ہمیں ہمارے یمن میں برکت عطا فرما لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نجد میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ ہمارے لیے ہمارے شام میں برکت فرما۔ اے اللہ ہمارے لیے یمن میں برکت عطا فرما۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نجد میں بھی میرا خیال ہے کہ آپ نے تیسری مرتبہ فرمایا۔ وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور شیطان کا سینگ وہیں سے نکلے گا۔

(صحیح بخاری ج 2 ص 594 کتاب الفتن رقم 7094 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(مشکوٰۃ المصابیح باب ذکر الیمن والشام ص 582 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

اس حدیث مبارکہ کو پڑھنے کے بعد تاریخ کا مطالعہ کرلیں کہ نجد سے ہی ایک شخص آیا جس نے علماء حق اور مسلک حق کے خلاف باطل کی صورت میں نمودار ہوا اور اس نے آکر عزت وعظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مجروح کرنا شروع کیا۔ جو بھی شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استغاثہ وتوسل کرتا۔ وہ اسے مشرک اور بدعتی قرار دیتا۔ جو شخص حضور علیہ السلام کے علم غیب کا اقرار کرتا وہ اسے کافر قرار دیتا۔ الغرض ہر جہت سے اس نے شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں کمی کرنا شروع کردی اور بھولی بھالی عوام اہلسنت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے غداری کرنے کی دعوت دیتا رہا اور حضور علیہ السلام سے وفاداروں کو بے وفا کرنے لگا۔ جن لوگوں کا تعلق قلبی وحبی حضور علیہ الصلوۃ سے استوار تھا اس تعلق کو توڑنے میں اس

نے کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ مگر علماء حق اس کا قلع قمع کرتے رہے ہیں کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے یہ کتاب بھی اسی تسلسل کی ایک کڑی ہے کہ مجھے ایک دوست نے پیغام بھیجا اس پیغام میں چند سوالات تھے۔ اور وہ سوالات مسلک اہلسنت پر تنقید شدید تھی۔ اب میں ان سوالوں کا ذکر کرتا ہوں جو کیے گئے۔

سوال 1: کس صحابی کا عرس پوری دنیا میں منایا جاتا ہے؟

سوال 2: حضور علیہ السلام کے زمانے میں بہترین قوال کون تھا؟

سوال 3: صحابہ کس کے مزار پر جا کر دعا مانگتے تھے؟

سوال 4: گیارہ اور بارہ ربیع الاول کی نیاز کتنے صحابہ کرتے تھے؟

سوال 5: کس صحابی نے اپنے گھر میلاد کرایا؟

سوال 6: المدد یا رسول اللہ یا علی مدد کس صحابی نے نعرہ لگایا؟

سوال 7: بارہ ربیع الاول کو صحابہ کس رنگ کا جھنڈا لہراتے تھے؟

یہ وہ سوالات ہیں کہ سائل نے بڑی تنقید کر کے ان سوالوں کا جواب مانگا ویسے تو ان سوالون کے جوابات میں بڑی بڑی ضخیم کتب بھری پڑی ہیں اگر معترضین کو ان میں سمجھ نہیں آسکی تو میری اس مختصر سی تحریر میں کیا سمجھ آئے گی۔

بہر حال میں نے بھی اس قافلے میں شریک ہونے کی کوشش کی ہے کہ جس قافلے کے سپہ سالار سیدی اعلیٰ حضرت ہیں قاضی عیاض مالکی ہیں۔ امام قسطلانی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ ہیں امام ابن حجر عسقلانی ہیں۔ امام تقی الدین سبکی ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی شافعی ہیں۔ آئمہ مذاہب اربعہ ہیں اور موجودہ دور کی

دو عبقری شخصیات میری مراد علامہ شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی مدظلہ العالیٰ اور شیخ الاسلام الدکتور محمد طاہر القادری مدظلہ العالیٰ کہ جن کی تحریرات نے بد مذہبوں کے ایوانوں میں زلزلہ بپا کر دیا اور کھلبلی مچادی۔ ان تمام شخصیات نے اپنے اپنے ادوار میں بد مذہبوں کا قلع قمع کیا اگرچہ آج ماسوا دو شخصیات کے باقی اس دارفانی سے وصال فرما گئے مگر آج بھی ان کی تحریرات ہر مومن قلب سلیم رکھنے والے شخص کے لیے مشعل راہ ہیں۔

میں نے بھی یہ مختصری تحریر لکھ کر کوشش کی ہے (کہ گر قبول افتد زہے عزو شرف)

آخر میں بہت ممنون ہوں اپنے اساتذہ کرام کا خصوصاً مفتی علامہ محمد فیاض احمد سعیدی فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور علامہ محمد عرفان قادری ثم سیالوی فاضل جامعہ نعیمیہ لاہور علامہ پروفیسر محمد ہارون شاہ ہاشمی فاضل منہاج یونیورسٹی لاہور علامہ سید صالح محمد شاہ ہاشمی فاضل جامعہ فاروقیہ لاہور علامہ سید نور محمد شاہ ہاشمی۔

علامہ سید اللہ دین شاہ ہاشمی فاضل جامعہ نعیمیہ لاہور علامہ سید ڈاکٹر رضا محمد شاہ ہاشمی اور میرے مربی و محسن قبلہ والد گرامی۔ حضرت علامہ مولانا سید علی محمد شاہ ہاشمی مدظلہ العالی کا کہ جن کی صحبت و نسبت کے فیض سے مجھ ناچیز کو کچھ الفاظ احاطہ تحریر میں لانے کا موقع ملا۔

اللہ پاک اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ہمیں اسوہ رسول

صلی اللہ علیہ وسلم اور اسوہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اسوہ اولیاء عظام رحمتہ اللہ علیہم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور بے ہدایتوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم

سگ کوچہ جاناں صلی اللہ علیہ وسلم

حافظ محمد وقاص شاہ ہاشمی چشتی عفی عنہ

سوال 1: کس صحابی کا عرس پوری دنیا میں منایا جاتا ہے؟

اس سوال کا جواب دینے سے قبل لفظ عرس کا کتب لغت سے معنی واضح کرنا ہوگا۔ صاحب المنجد لکھتے ہیں۔ عرس بمعنی خوشی۔

عِرْسُ الْمِرْأة بمعنی دلہا (المنجد)

اصطلاحی معنی لفظ عرس کا اصطلاحی معنی ہے۔ کسی مقرب و صالح شخص کا جس دن وصال ہوتا ہے اس دن کو ہر سال ان کی یاد کو منانا۔

قارئین کرام آپ نے پڑھا کہ لفظ عرس کا لغوی یا اصطلاحی معنی لیا جائے۔ ہر ایک معنی میں یا خوشی یا کسی شخص مرد صالح کی یاد کو تازہ کرنا یا ان کی سیرت مطہرہ بیان کر کے سنانا اور سننا یا ان بزرگان دین کو ایصال ثواب کرنا ہے۔

لغوی اعتبار سے اس لفظ کا ایک اور معنی ہے۔

صاحب المنجد لکھتے ہیں عرس المراۃ دلہا کو کہا جاتا ہے اور دلہا وہی ہوتا ہے جو تمام بارات میں منفرد ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ مرد صالح جس دن اس کا وصال

ہوتا اور خلق خدا کا وہاں ہجوم ہوتا ہے۔ مگر اس ہجوم میں وہ مرد صالح دلہا کی حیثیت سے منفرد ہوتا ہے۔

نیز جب دلہا تیار ہوتا ہے۔ اگر وہ دلہا خوبصورت ہو خوب سیرت ہو اس دن سب اس دلہے کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہیں اسی طرح مرد صالح یقیناً خوبصورت و خوب سیرت ہوتا ہے کیونکہ ان کی زندگی کا ہر ہر لحہ یاد الٰہی میں اور شریعت مطہرہ کے مطابق گزرتا ہے اسی لیے عرس کرنے والے کوئی اس مرد صالح کے حسن صورت کی اور کوئی حسن سیرت کی بات کرتا ہے۔

نیز شادی والے دن دلہا کو پھولوں کے ہار پہنائے جاتے ہیں اسی طرح مرد صالح کے مزار پرانوار پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کی جاتی ہیں۔

نیز شادی والے دن دلہا کا دلہن سے ملاپ ہوتا ہے۔ اسی طرح مرد صالح کا اس دن اللہ رب العزت سے وصال ہوتا ہے اور شادی والے دن دلہا چونکہ دنیا والا ہوتا ہے۔ اس لیے دنیاوی دلہن سے ملاپ ہوتا ہے۔ مگر قربان جاؤں اس مرد صالح پر چونکہ وہ اللہ والا ہوتا ہے۔ اس لیے اس دن اس کا ملاپ اللہ سے ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر کتب لغت کے اعتبار سے اور کون سا خوشی کا دن ہو سکتا ہے۔

قارئین پر یہ خوب واضح ہو گیا ہوگا کہ لفظ ''عرس'' کا حقیقی معنی کیا ہے۔

اب معترض نے جو اعتراض وارد کیا ہے اس کے اعتراض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مقربین و صالحین کا عرس منانا جائز نہیں۔

یہ حقیقت تو روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ماہ جمادی الثانی میں سیدنا ابو

بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اول کا عرس پوری دنیا میں منایا جاتا ہے۔

سیدنا عمر فاروق خلیفہ دوم کا عرس یکم محرم الحرام کو منایا جاتا ہے۔

سیدنا عثمان غنی خلیفہ سوم کا عرس 18 ذوالحج کو منایا جاتا ہے سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ خلیفہ چہارم کا عرس 21 رمضان المبارک کو منایا جاتا ہے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عرس 3 رمضان المبارک کو سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کا عرس 11 رمضان کو اور شہزادہ حسین کا عرس 10 محرم الحرام کو منایا جاتا ہے۔ اور یہ عرس صرف اہلسنت و جماعت کے علماء و عوام ہی نہیں بلکہ عرس پر جتنے معترضین ہیں۔ وہ سب بھی انہیں دنوں میں ان ایام کو مناتے ہیں۔

اب ذرا معترض کے سوال پر غور فرمائیں کہ اس نے یہ اعتراض کیا کہ کس صحابی کا عرس منایا جاتا ہے؟ اس معترض نے کسی ایک صحابی کے بارے میں کہا۔ اور بحمد للہ ہم نے خلفاء راشدین کا عرس ثابت کر دیا اور ساتھ ہی سیدۃ النساء اور ام المومنین اور شہزادہ حسین رضی اللہ عنہ کا عرس بھی ثابت کر دیا۔ اب ذرا حدیث مبارکہ کی تائید بھی حاصل کرلیں۔

امام بخاری بیان فرماتے ہیں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہداء احد کے مزارات پر آٹھ سال کے بعد اس طرح نماز پڑھی گویا زندوں اور مردوں کو الوداع کہہ رہے ہیں۔

پھر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منبر پر طلوع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں

تمہارا پیش رو ہوں۔ میں تمہارے اوپر گواہ ہوں۔ ہماری ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے اور میں اس جگہ حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے تمہارے متعلق اس بات کا ڈر نہیں ہے کہ تم شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے بلکہ تمہارے متعلق مجھے دنیا داری کی محبت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔ عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ میرا یہ حضور علیہ السلام کا آخری دیدار تھا۔

(بخاری ج 2 ص 60 رقم 4085 مکتبہ رحمانیہ)

مذکورہ بالا سطور میں تو صرف خلفاء راشدین کا عرس ثابت ہوا تھا اور اب تو نہ جانے کتنے شہداء احد تھے جن کا عرس ثابت ہو گیا اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ بعد کے زمانے کے شر پسند لوگ آئیں گے۔ جو مقربین و صالحین کے عرس پر بے دلیل و بے سند فتوے گھڑیں گے۔ اس لیے آقا علیہ السلام نے آخری ایام میں شہداء احد کے مزارات پر جا کر اور منبر لگوا کر خطاب کر کے تا قیامت تک عرس کی سنت کو ثابت کر دیا۔

تصریحات شیوخ معترض:

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ کی تائید میں شیوخ کی تصریحات پیش کی جاتی ہیں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور حاجی شاہ امداد اللہ مہاجر مکی جو تقریباً تمام مکتب فکر کے علماء کے ہاں مقبول ہیں۔ اب ذرا ان کی تصریح پڑھیے۔

1- شاہ عبدالعزیز کا فتویٰ:

شاہ عبدالعزیز صاحب کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔ وہ فرماتے ہیں ایک سائل کے جواب میں ایک دن کو زیارت قبور کے لیے معین کر لینا جائز ہے یا نہیں؟

اس کے جواب میں شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

سال کے بعد ایک دن معین کر کے قبر پر جانے کی تین صورتیں ہیں۔

1- ایک یا دو شخص بغیر اجتماع کے قبر پر جائیں اور زیارت اور دعا وغیرہ کریں اور یہ از روئے روایات ثابت ہیں۔ تفسیر در منثور میں نقل ہے کہ ہر سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقابر میں اہل قبور کی دعا کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔

2- دوسری صورت یہ ہے کہ لوگوں کا ایک جم غفیر جائے۔ ختم قرآن کریں۔ شیرینی یا طعام پر فاتحہ پڑھیں حاضرین کے درمیان تقسیم کریں یہ قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس اور عہد خلفاء راشدین میں معمول نہ تھی۔ لیکن اگر کوئی اس طرح کرے تو حرج نہیں کیونکہ اس میں کوئی قباحت نہیں۔

3- تیسری صورت یہ ہے کہ لباس فاخر پہن کر عید کی طرح شاداں وفرحاں قبر پر ایک دن جمع ہوں اور قبر پر رقص و سرور کی محفل سجائیں۔ قبر پر سجدہ کریں۔ طواف کریں۔ یہ قسم حرام وممنوع ہے۔ بلکہ حد کفر تک پہنچتی ہے۔

(فتاویٰ عزیزی مترجم ص 177 ایچ ایم سعید کمپنی)

بزرگوں کی زیارت کے لیے کوئی دن مقرر کرنا یا ان بزرگوں کے لیے عرس کا دن مقرر کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب زیارت قبور کے لیے کوئی دن مقرر کرنا بدعت ہے اور فی نفسہ اصل زیارت جائز ہے اور تعیین وقت کی سلف میں نہ تھی یہ بدعت اسی طرح کی ہے۔ جو فی نفسہ جائز ہے۔ صرف خصوصیت وقت کی بدعت ہے جیسا کہ مصافحہ بعد عصر کے ہے کہ ملک توران میں مروج ہے عرس کا دن اگر اس غرض سے مقرر کیا جائے کہ جس بزرگ کا عرس ہو وہ یاد رہیں اور اس وقت ان کے حق میں دعا کی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن دعا کی جائے تو کوئی مضائقہ نیں لیکن دعا کرنے کے لیے خاص اسی دن کا التزام کر لینا یہ بھی اسی طرح کی بدعت ہے۔ جو اوپر مذکور ہے۔

(فتاویٰ عزیزی مترجم ص 172 ایچ ایم سعید کمپنی)

قارئین کرام شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تمام عبارات جو عرس کے حق میں تھیں آپ نے ملاحظہ فرمالیں۔

2- شاہ امداد اللہ مہاجر مکی کی تصریح:

اب شیخ المشائخ حضرت شاہ امداد اللہ مہاجر مکی کی عبارات بھی ملاحظہ فرمائیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

پس حق یہ ہے کہ زیارت مقابر انفراداً و اجتماعاً دونوں طرح جائز اور

ایصال ثواب و طعام بھی جائز اور تعیین تاریخ مصلحتاً بھی جائز تو سب مل کر بھی جائز رہا۔

(توضیحات وتشریحات فیصلہ ہفت مسئلہ ص 189 فرید بک سٹال)

شاہ امداد اللہ مہاجر مکی کی اس عبارت میں چند الفاظ غور طلب ہیں آپ فرماتے ہیں ''انفراداً و اجتماعات'' اور ''تعیین تاریخ'' اگر کوئی انصاف پسند شخص اس عبارت کو انصاف سے پڑھے تو خود اسے معلوم ہو جائے گا کہ حاجی صاحب کیا کہنا چاہتے ہیں بڑے واضح الفاظ میں انہوں نے تاریخ و تعیین کا لفظ استعمال فرما کر اس کا جواز قائم فرمایا۔

اس عبارت کے بعد حاجی صاحب نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی والی شرط لگا کر دوبارہ پھر عرس کا جواز قائم فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

''البتہ جس مجلس میں امور منکرہ مثل رقص مروج و سجدہ قبور وغیرہ ہوں اس میں شریک نہ ہونا چاہیے۔''

(توضیحات وتشریحات فیصلہ ہفت مسئلہ ص 193 فرید بک سٹال)

حضرت شاہ صاحب نے بقیود فتویٰ صادر فرمایا کہ اگر وہ نہ ہوں تو جواز میں شک کیسا؟

اس لیے اس عبارت میں حاجی صاحب نے بڑے خوبصورت پیرائے میں عرس کا جواز بھی قائم فرمایا اور عرس کے آداب بھی سکھائے ہیں کہ عرس کے اندر کوئی ایسی حرکت نہ ہو جو غیر شرعی ہو۔ بلکہ مزید فرماتے ہیں۔

اس لیے مقصود ایجاد رسم عرس سے یہ تھا کہ سب سلسلے کے لوگ ایک تاریخ میں جمع ہو جائیں باہم ملاقات بھی ہو جائے اور صاحب قبر کی روح کو قرآن و طعام کا ثواب بھی پہنچایا جائے۔ یہ مصلحت ہے تعیین یوم میں۔

(توضیحات وشریحات فیصلہ ہفت مسئلہ ص 174 فرید بک سٹال)

اس عبارت میں حاجی صاحب نے آداب عرس بھی سکھائے اور طعام کا جواز بھی قائم فرمایا۔

3- تھانوی صاحب کی تصریح:

اب تھانوی صاحب کو بھی اس مسئلہ میں زحمت دیتے ہیں کہ وہ اس بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔

(اشرف علی تھانوی سے سوال کیا اعراس خلاف شرع نہیں ہے؟ تحقیق مقام یہ ہے کہ حضور علیہ السلام ہر ہفتے کو مسجد قبا میں پیدل تا سوار ہو کر تشریف لے جاتے اور وہاں دو رکعت نماز ادا کرتے۔

(بخاری ج 1 ص 235-236 مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

عن ابو هريره لاتختصو ليلة الجمعة بقيام من بين الليالي والا تختصو يوم الجمعة بصام من بين الايام الا ان يكون في صوم يصومه احد كم

(مشکوٰۃ ص 179)

نہیں ہے خاص جمعہ کی رات قیام کے ساتھ راتوں کے درمیان اور نہ ہی جمعہ کا دن خاص ہے اور ان کے ساتھ مگر یہ کہ کوئی بندہ روزے سے ہو۔ وہ اس کا روزہ رکھے۔

ہر دو حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی مقصود مباح یا کسی طاعت کے لیے تعیین یوم اگر باعتقاد قربت نہ ہو بلکہ کسی مباح مصلحت کے لیے ہو جائز ہے۔ جیسے مدارس دینیہ میں اسباق کے لیے گھنٹے متعین ہوتے ہیں اور اگر باعتقاد قربت ہو منہی عنہ ہے پس عرس جو تاریخ معین ہوتی ہے۔ اگر اس تعیین کو قربت نہ سمجھیں بلکہ اور کسی مصلحت سے یہ تعیین ہو مثلاً سہولت اجتماع تا کہ تداعی کی صعوبت یا بعض اوقات اس کی کراہت کے شبہ سے مامون رہیں اور خود اجتماع اس مصلحت سے ہو کہ ایک سلسلہ کے احباب باہم ملاقات کر کے حب فی اللہ کو ترقی دیں اور اپنے بزرگوں کو آسانی سے اور کثیر مقدار میں جو کہ اجتماع میں حاصل ہے۔ ثواب پہنچانا بے تکلف میسر ہو جاوے نیز اس اجتماع میں طالبوں کو اپنے لیے شیخ کا انتخاب بھی سہل ہو جاتا ہے تو ظاہری مصالح ہیں۔ جو مشاہد ہیں یا کوئی باطنی مصلحت داعی ہو جیسا میں نے بعض اکابر اہل ذوق سے سنا ہے کہ میت کو اپنے یوم وفات کے عود سے وصول ثواب کے انتظام کی تجدید ہوتی ہے اور یہ مصلحت محض کشفی ہے۔ جس کا کوئی مکذب عقلی یا نقلی موجود نہیں۔ اس لیے صاحب کشف کو یا اس صاحب کو کشف کے معتقد کو بدرجہ ظن اس کی رعایت کرنا جائز ہے البتہ جزم جائز نہیں بہر حال اگر ایسے مصالح سے یہ تعیین ہو تو فی نفسہ جائز ہے۔

(بوادر النوادر ص 401 ادارہ اسلامیات لاہور)

اشرف علی تھانوی صاحلب کی اس عبارت میں بڑے واضح الفاظ میں عرس کا ثبوت بیان ہوا ہے اور پھر تھانوی صاحب نے بھی عرس کے فوائد بیان کیے ہیں کوئی بھی منصفی مزاج شخص اس سے انکار نہیں کرسکتا اور بلا شک وشبہ یہ تمام فوائد عرس میں آنے والوں کو عطا ہوتے ہیں اور پھر صاحب مزار بھی اپنے عرس میں آنے والوں کی طرف نظر التفات فرماتے ہیں بشرطیکہ ان میں امور منکرہ نہ ہوں۔)

اب راقم الحروف کا معترض پر اعتراض ہے کہ جب آپ کے اکابرین بڑی شرط وبسط کے ساتھ عرس کے جواز پر دلائل تحریر فرما رہے ہیں تو آپ کو ان مسائل میں اتنا نزاع اور اختلاف کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور کیوں اس کو اپنی انا کا مسئلہ بنا کر عوام کو گمراہ کرنے کا سوچ رکھا ہے؟ صرف مسلک حق اہلسنت والجماعت کو ہی کیوں موردالزام ٹھہرایا جارہا ہے اگر اتنا ہی شوق ہے اہلسنت کو گمراہ قرار دینے کا تو ذرا اپنے اکابرین کی بھی خبر لیں۔ اگر تو وہ اس کو حق مانیں تو پھر انہیں بھی گمراہ قرار دیں۔ سارا الزام اہلسنت پر ہی کیوں؟ کیا آپ نے یہ سوچ رکھا ہے کہ آنے والی نسلوں کو اپنے بزرگان سے دور کر دیا جائے ان کی دی ہوئی تعلیمات سے صرف نظر کر لیا جائے۔ یہ تو وہ بزرگان دین ہیں جن کی زندگی شریعت مطہرہ پر عمل کرتے ہوئے گزری اور سنت رسول کی پیروی میں ان کا اٹھنا بیٹھنا جاگنا سونا کھانا پینا ہوا۔ اگر ان کی تعلیمات سے انحراف کر لیا جائے تو سنت مطہرہ اور شریعت مطہرہ کا اسوہ نہ رہے گا۔ اس لیے عوام اہلسنت اور علماء اہلسنت

ہر سال بزرگان دین کا عرس مناتے ہیں کہ ایک تو ان کی یاد تازہ ہو جائے اور دوسرا اس لیے کہ ان کی پاکیزہ زندگی کی ہوا کے کچھ جھونکے ہمیں بھی نصیب ہو جائیں اور تیسری اس وجہ سے کہ ان بزرگان نے اپنی زندگی میں جیسے خوف خدا رکھا جب ان کے اس وصف کا ذکر ہوتا ہے تو کئی بے خوف لوگوں کے دلوں کو خوف الٰہی نصیب ہو جاتا ہے اور جب اتنی برکتیں ایک عرس کی وجہ سے نصیب ہوتی ہیں تو کیوں نہ ہم بزرگان دین کے عرس منائیں اور اب تعیین یوم کی تائید میں حدیث مبارکہ سے قیاس کرتے ہیں حدیث مبارکہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر یا پیدل چل کر ہفتے کو مسجد قبا میں تشریف لے جاتے تھے اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

(بخاری ج 1 ص 236 رقم 1193 مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

اس حدیث مبارکہ کی شرح کرتے ہوئے امام ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یہ حدیث مختلف اسانید سے مروی ہے اور اس میں یہ دلیل کہ بعض ایام کو بعض اعمال صالحہ کے ساتھ خاص کر لینا جائز ہے اور اس پر مداومت کرنا صحیح ہے۔

(فتح الباری ج 3 ص 69 دار نشر الکتب الاسلامیہ)

حدیث اور شرح حدیث سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ عبادات اور اعمال صالحہ کے لیے مخصوص ایام مقرر کر لینا صحیح بھی ہے اور

حافظ عسقلانی نے تو مداومت کو بھی صحیح قرار دیا ہے۔ ظاہری سی بات ہے کہ یوم العروس میں لوگ کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت اور کثرت سے صدقہ و خیرات کرتے ہیں بلکہ جو بے نمازی حضرات ہوتے ہیں وہ بھی ان ایام میں نماز پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ اب عرس بند کروانے کا سوچنے والے صرف عرس کو ہی نہیں مذکورہ بالا عبارات کو بھی بند کروانے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔

قارئین کرام اللہ کا اپنے بندے سے یہ وعدہ ہے کہ **فاذ کرونی اذکر کم** (البقرہ) تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔

اگر فانی وجود کا فانی وجود ذکر کرے تو جب دونوں فنا ہو جائیں تو ذکر بھی اور مذکور بھی دونوں ختم ہو جائیں گے۔ مگر چونکہ اللہ کی ذات فنا ہونے سے پاک ہے۔ اسی طرح اس کا ذکر کرنا بھی فنا ہونے سے پاک ہے۔ اس پر نص قرآنی ہے۔

اللہ پاک فرماتا ہے

الا الذین آمنو و عمو الصلحت فلهم اجر غیز ممنون

(پ 30 سورۃ التین)

جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے ان کے لیے اجر لامحدود ہے

اولیاء کرام جن کے اعراس ہوتے ہیں ان کی زندگیاں چونکہ ذکر الٰہی سے مزین و مرصع تھیں اور پھر ان بزرگان دین کی زندگیاں چونکہ محدود تھیں۔ اس لیے ان کا ذکر کرنا بھی محدود تھا۔ اب اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق ذکر کرتا ہے۔ چونکہ

وہ لامحدود ہے اس لیے اس کا ذکر کرنا بھی لامحدود ہوا ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال ابھرے کہ اجر لامحدود سے مراد دائمی جنت ہو۔ ہاں یہ بھی حق ہے۔ مگر اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کے ذکر کو دوام بھی بخشتا ہے کہ اس بندے کا ذکر لوگوں کی زبانوں پر جاری فرما دیتا ہے۔ حدیث مبارکہ میں آقا علیہ السلام نے اس بات کی صراحتاً وضاحت فرمائی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبریل کو ندا فرماتا ہے۔ کہ اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے۔ تو بھی اس سے محبت کر تو حضرت جبریل بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر حضرت جبریل آسمان میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تو آسمان والے بھی اس سے محبت کرتے ہیں پھر زمین والوں کے دلوں میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

(بخاری کتاب ادب ج 2 ص 418 رقم 6040 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ صرف زمین والے ہی نہیں آسمان والے بھی اور سید الملائکہ سیدنا جبریل امین بھی اس بندہ مقرب سے محبت کرتے ہیں۔ نتیجتاً یہ جو دنیا داتا داتا، فرید فرید کرتی ہے یہ اس بندہ مقرب کے ذکر کو وجود اللہ نے دام بخشا ہے یہ اس کی علامت ہے کہ ان بزرگ ہستیوں کے ڈنکے اب بھی بج رہے ہیں اور قیامت تک بجتے رہیں گے

احادیث مبارکہ اور تصریحات شیوخ سے عرس کا حق ہونا ثابت ہو گیا اب معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ عرس فرض ہے یا واجب۔ تو اس سلسلے میں گزارش ہے کہ اہلسنت کے کسی ایک امام کو بھی اٹھا کر دیکھ لیں تو کسی کے ہاں آپ کو عرس کا فرض یا واجب ہونا نہیں ملے گا۔ اور نہ ہم اس کو فرض یا واجب مانتے ہیں بلکہ ہمیں تو یہ مقدس چیز اپنے اسلاف سے اور سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی ہے۔ اس پر تصریح پیش کیے دیتا ہوں تا کہ مزید کوئی شبہ نہ رہے۔

1-شاہ امداد اللہ مہاجر مکی کا فتویٰ:

حاجی شاہ امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں۔

مشرب فقیر کا اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیر و مرشد کی روح مبارک کو ایصال ثواب کرتا ہوں اول قرآن خوانی ہوتی ہے۔ اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔ پھر ماحضر کھانا کھلایا جاتا ہے۔

(توضیحات وتشریحات فیصلہ ہفت مسئلہ ص 204 فرید بک سٹال)

اس عبارت میں حاجی صاحب نے اس مسئلہ کو اظہر من الشمس کر دیا کہ وہ خود بھی اپنے مرشد پاک کا سالانہ عرس مناتے ہیں۔ یہ عرس کیوں مناتے ہیں اس کی آخری مثال دے کر اس موضوع کو مکمل کروں گا۔ ویسے تو پہلے کافی مثالیں دی جا چکی ہیں مگر پھر بھی آخری مثال میں ایک نکھار ہے جو اس مسئلے میں مزید خوبصورتی پیدا کر دے گا۔ وہ یہ کہ ہم چودہ اگست کو پاکستان ڈے مناتے ہیں کہ

اس دن اللہ پاک نے ہمیں ایک الگ ملک عطا کیا اور پھر جب آنے والی نسلیں ہم سے پوچھتی ہیں کہ یہ دن کیوں منایا جا رہا ہے تو ہم انہیں یہ سمجھاتے ہیں کہ اس دن ہمیں اللہ پاک نے ایک الگ ملک عطا کیا اور پھر ہم اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ ہم غلام تھے ہمیں آزادی ملی وغیرہ وغیرہ اسی طرح جب کسی ولی کا عرس مبارک ہوتا ہے تو ہم سے ہماری اولادیں سوال کرتی ہیں کہ یہ عرس کیوں منا رہے ہو تو ہم برجستہ جواب دیتے ہیں کہ اس دن فلاں اللہ کا ولی اس دار فانی سے اللہ کی طرف وصال فرما گیا۔ اور پھر ان کی پاکیزہ زندگی پر روشنی ڈالتے ہیں اور پھر جس طرح ہم اپنے بچوں کے ذہنوں میں یہ فکر پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ اس ملک کی حفاظت کرنا کیونکہ یہ ملک بڑی قربانیوں کے بعد حاصل کیا گیا ہے۔ اسی طرح ہم اپنی اولادوں کے ذہنوں میں یہ شعور پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ کے اولیاء جنہوں نے اپنی زندگی کا ہر ہر لمحہ صرف اطاعت واتباع مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں گزارا ہے۔ ان کی تعلیمات کی حفاظت کرنا جس طرح ہم نے جدوجہد کر کے اس ملک کو حاصل کر لیا۔ اسی طرح اولیاء کرام بھی زندگی کا ہر ہر لمحہ یاد الٰہی میں بسر کر کے اللہ کی ابدی اور سرمدی نعمتیں حاصل کر لی ہیں۔ جس طرح رہتی دنیا تک ان شاء اللہ پاکستان کا نام رہے اسی طرح رہتی دنیا تک ان شاء اللہ مردان مؤمن اولیاء کاملین کے ڈنکے بجاتے رہیں گے۔

اور ان شاء اللہ اگر کوئی بھی شخص ان مزارات اولیاء کی طرف میلی نظر بھی کر کے دیکھے گا تو خود ہی برباد ہو کر اپنا نام ونشان مٹا دے گا اور قیامت تک اولیاء

کرام کے مزارات ان کے دیوانوں سے سجتے بھی رہیں گے۔

اللہ پاک ان اولیاء کرام جو منابع فیوض و برکات ہیں ان کے آستانوں سے ہمیں وابستہ رکھے اور ان کی محبت ہر صاحب ایمان کو عطا ہو جائے۔ (آمین ثم آمین)

سوال2: کس صحابی نے اپنے گھر میلاد کرایا؟

قارئین کرام اس سوال کا جواب تحریر کرنے سے قبل عرض ہے کہ یہ سوال بھی منافقت کی انتہاؤں کو چھو رہا ہے کیونکہ کوئی بھی عقل سلیم و قلب مومن رکھنے والا شخص ایسی جسارت نہیں کر سکتا۔ اس سوال کا مقصد بھی یہی ہے کہ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں منانا چاہیے۔

قرآن مجید کو پڑھنے اور سمجھنے والا اور احادیث نبویہ کو پڑھنے والا اور تائیدات اکابرین واسلاف پر نظر رکھنے والا شخص ایسی جرأت و ہمت نہیں کرتا۔ اگر کوئی شخص ان چیزوں کو پڑھ کر حق کو حق مان لے تو اسے آیات قرآنی احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابرین کا فیضان ملتا ہے اور اس کے برعکس کوئی اکڑ جائے تو اس کو اس کی ہٹ دھرمی اور ضد وعناد کی بنا پر سوچ بوجہل کا نمائندہ ہونے کا لیبل لگتا ہے۔ اس لیے کہ آیات قرآنیہ حدیث مصطفیٰ اور تائیدات اکابرین میں میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی منانا مسئلہ مختلف فیہ نہیں بلکہ متفق علیہ ہے۔ اس مسئلہ پر ان شاء اللہ اللہ کے اذن اور اس کی توفیق سے دلائل قویہ عطا کرنے کی کوشش کریں گے۔ تاکہ معترض کی تسلی و تشفی ہو جائے اس مسئلہ کی ابتداء میں ہم

قرآن مجید کی آیات مقدسہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

1- آیات قرآنیہ:

اللہ پاک قرآن پاک میں فرماتا ہے۔

(1) وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّ حِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ (پ3)

ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول۔

(2) لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا

ترجمہ: بے شک اللہ نے مومنین پر احسان فرمایا جب ان میں اپنے محبوب کو مبعوث فرمایا۔

(3) قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا

ترجمہ: اے لوگو بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی۔

(4) لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○

(پ11)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔

(5) اِنَّآ ارسَلْنٰكَ با الحق بشیر و نذیراً (پ1)

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو بھیجا بشارت سنانے والا اور ڈر سنانے والا۔

(6) قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (پ11)

ترجمہ: تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی مناؤ۔ وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔

(7) وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ o (پ17)

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔

(8) يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا o

ترجمہ: اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی بے شک ہم نے آپ کو گواہ بشارت سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔

(9) اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا o (پ26)

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو گواہ بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔

(10) هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الحق لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (پ26)

ترجمہ: وہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔

(11) وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِ اسْمُهٗ اَحْمَدُ o (پ28)

ترجمہ: اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔

(12) وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا (پ5)

ترجمہ: اے محبوب ہم نے تمہیں تمام لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا۔

یہ بارہ آیات مقدسہ جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد مبارکہ کا ذکر فرمایا ہے اس سلسلے میں ویسے تو بہت ساری آیات ہیں مگر 12 ربیع الاول کی نسبت سے 12 آیات کا انتخاب کیا ہے۔ ویسے تو قرآن مجید کی ہر آیت کے ہر ہر لفظ میں اسرار و رموز کے سمندر پنہاں ہیں اور آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عظمت مبارکہ کے عجیب و غریب رنگ پھولوں کی طرح بکھرتے ہوئے نظر آتے ہیں مگر یہ آیات مقدسہ جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد مبارکہ کے ساتھ اس آمد پر خوشی منانے کا ذکر ہے اسی پر اکتفا کریں گے۔ کیونکہ موضوع سخن کا مقصد یہی ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے۔

قل بفضل الله و برحمته فبذالك فليفر حو (پ11)

پیارے محبوب فرما دو جب اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہو۔اس پر تم خوشی مناؤ۔

اس آیت مقدسہ میں فضل اور رحمت کو خوشی کی علت قرار دیا گیا ہے۔اب فضل اور رحمت کا کیا معنی ہے۔

2- فضل و رحمت کا معنی کتب لغت میں:

فضل کا معنی بیان فرماتے ہوئے امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں۔

فضل کا معنی ہے کسی چیز پر زیادتی کا ہونا (یعنی برتری ہونا) اس کی تین قسمیں ہیں۔

1- برتری بلحاظ جنس کے جیسے حیوان کا جنس نباتات سے افضل (برتر) ہونا۔

2- برتری بلحاظ نوع کے جیسے نوع انسان کا دوسرے حیوانات سے افضل (برتر) ہونا جیسے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدم (پ15)

3- برتری بلحاظ ذات کا ہونا۔

پہلی دو قسم کی برتری بلحاظ جوہر کے ہے۔جن میں ادنیٰ ترقی کر کے اعلیٰ کے درجہ کو حاصل نہیں کر سکتا۔

البتہ تیسری قسم کی فضیلت من حیث الذات ہے۔اس لیے اس کا اکتساب عین ممکن ہے۔

جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا:

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّنَ عَلٰى بَعْضٍ

اور ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر فضیلت بخشی۔

(مترجم المفردات القرآن ص 803 اہل حدیث اکادمی لاہور)

امام اصفہانی کی بیان کردہ اس تیسری قسم میں چونکہ برتری بلحاظ ذات کے ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں چونکہ انسان افضل ہے اور پھر اس افضلیت میں جن کو اللہ رب العزت مزید عزت و افضلیت بخشی وہ حضرات انبیاء و رسل ہیں۔پھر ان تمام انبیاء و رسل کی جامع الصفات اور جامع الفضیلت جس ہستی کو بنایا۔وہ ہستی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

3- حدیث مبارکہ:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا فرمایا۔خلق کے اچھے فرقوں میں مجھ کو پیدا کیا پھر اللہ تعالیٰ نے قبائل کا انتخاب کیا۔مجھ کو ان کے اچھے قبیلہ میں پیدا کیا۔پھر اللہ تعالیٰ نے گھرانوں کا انتخاب کیا مجھ کو ان کے اچھے گھرانے میں پیدا کیا میں ان سے روح ذات اور اصل میں اشرف ہوں۔(مواہب الدنیہ)

4- حدیث مبارکہ:

حضرت واثلہ بن الاسقع سے روایت ہے کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو فرزندوں میں سے کنانہ کو چن لیا اور

کنانہ سے قریش کو چن لیا اور بنی ہاشم کو قریش سے چن لیا اور مجھ کو بنی ہاشم سے چن لیا۔

(صحیح مسلم ج 2 ص 252 رقم 5938 مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

(مشکوٰۃ المصابیح ص 511 باب فضائل سید المرسلین مکتبہ امدادیہ ملتان)

5- حدیث مبارکہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے چھ وجوہ پر انبیاء پر فضیلت عطا کی گئی مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے۔ رعب کے ساتھ میری مدد فرمائی گئی۔ میرے لیے مال غنیمت حلال کیا گیا۔ میرے لیے تمام زمین اور مسجد کو پاک کیا گیا مجھے تمام خلق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر نبوت کا اختتام فرمایا گیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص 512 مکتبہ امدادیہ ملتان)

اول الذکر حدیث مبارکہ میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا افضل الخلق ہونا بیان فرمایا اور مؤخر الذکر حدیث مبارکہ میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا افضل الانبیاء ہونا بیان فرمایا۔

اب چونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام افضل الانساب والخلق بھی ہیں اور افضل الانبیاء والرسل بھی ہیں تو جب اتنی فضیلتوں کی حامل شخصیت ہمیں عطا ہوئی تو اللہ پاک نے فرمایا اس عطا پر خوشی مناؤ۔

پھر امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ:

فضل ہر اس عطیہ کو جو دینے والے پر لازم نہیں ہوتا۔ وہ فضل کہلاتا ہے۔

(ترجم مفردات القرآن ص 803 اہل حدیث کادمی لاہور)

امام اصفہانی کا اس معنی کو بیان کرنے میں یہ راز ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کچھ واجب نہیں ہے مگر یہ اس کا فضل ہے کہ اس پر کچھ واجب نہ ہونے کے باوجود اس نے ایک عظیم شان کا حامل نبی ہمیں عطا فرمایا۔ اسی لیے اللہ پاک نے فرمایا کہ میرے اس فضل پر خوشی مناؤ۔

اس آیۂ مبارکہ میں لفظ فضل کے بعد لفظ رحمت بیان فرمایا ہے کہ محبوب فرما دو جب تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہو۔

لفظ رحمت کا معنی بیان فرماتے ہوئے امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں۔

وہ دل کی نرمی جس پر رحم کیا جائے اس کی حالت پر احسان کا تقاضا کرے پھر کبھی اس کا استعمال صرف دل کی نرمی کے معنی میں ہوتا ہے اور کبھی صرف احسان کے معنی میں خواہ دل کی نرمی کی وجہ سے نہ ہو۔ رحمت میں رقت اور احسان دونوں معنی پائے جاتے ہیں۔

پس رقت تو اللہ تعالیٰ نے طبائع مخلوق میں ودیعت کر دی اور احسان کو اپنے لیے خاص کر لیا۔

(مترجم مفردات القرآن ص 387 اہل حدیث اکادمی لاہور)

تو معلوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں نرم دلی کا گوشہ رکھا ہے۔ کوئی

کسی کے لیے کتنا ہی سخت دل ہو۔ مگر اس سخت دل میں بھی کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی کے لیے ضرور دل کی نرمی پائی جاتی ہے۔ اور یہی دل کی نرمی رحمت ہے مگر قربان جاؤں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پر کہ اللہ پاک نے آپ کو سراپا رحمت بنا کر بھیجا۔ فرمایا:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

اور نہیں بھیجا محبوب ہم نے آپ کو مگر سراپا رحمت بنا کر جب آپ کو سراپا رحمت بنایا اور ہماری طرف اپنے محبوب کو بھیجا تو چونکہ مخلوق میں خود اللہ پاک نے رقت قلب ودیعت فرمادی تھی۔ اب احسان فرمانا تھا۔ اسی لیے سراپا رحمت کو بھیج کر فرمایا۔ لوگو میری اس رحمت پر خوشیاں مناؤ۔ اسی ضمن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

لقد من اللّٰہ علی المومنین اذبعث فیھم رسولاً

(پ4)

تحقیق اللہ تعالیٰ نے مومنین پر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرما کر احسان فرمایا۔ اب یہاں پر لفظ مَنَّ کا معنی بیان کرتے ہیں۔ لفظ مَنَّ کا معنی بیان فرماتے ہوئے امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں۔

اَلْمِنَّةُ کے معنی ہیں بھاری احسان۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک منت با الفعل۔ دوسرا معنی مِنَّہ با القول اول الذکر قسم میں چونکہ اللہ رب العزت نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیج کر بالفعل احسان فرمایا۔ اور جو موخر الذکر قسم ہے۔ اس کا

معنی ہے۔ احسان جتلانا۔ یہ قسم انسانی معاشرہ میں معیوب سمجھی جاتی ہے۔ مگر جب کفران نعمت ہو رہا ہو تو اس کے اظہار میں کچھ قباحت نہیں۔ اسی لیے کسی نے کہا جب نعمت کی ناشکری ہو تو احسان رکھنا مستحسن ہے اور آیت کریمہ۔

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْ قُلْ لَّا تَمُنُّوْ عَلَىَّ اِسْلَامَكُمْ
بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدَاكُمْ لِلْاِيْمَانِ

یہ لوگ تم پر احسان رکھتے ہیں کہ مسلمان ہو گئے کہہ دو کہ اپنے مسلمان ہونے کا مجھ پر احسان نہ رکھو۔ بلکہ خدا تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کا راستہ دکھایا۔

(مترجم مفردات القرآن ص 1013 اہل حدیث اکادمی لاہور)

اللہ تعالیٰ نے آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بھیج کر احسان بالفعل تو فرما دیا تھا مگر جب اس احسان کا کفر ہونے لگا اور جو لوگ مسلمان ہو کر اس اسلام لانے کو حضور پر احسان سمجھ بیٹھے اللہ پاک نے انکار فرماتے ہوئے احسان با القول فرمایا کہ اے ایمان والو تم میں اپنے محبوب کو مبعوث فرما دیا۔ یہ میرا تم پر احسان ہے۔ اس احسان پر خوشی مناؤ قرآن مجید کی آیات کے بعد اب حدیث مبارکہ کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ حدیث مبارکہ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو منانے میں ہماری کیا رہنمائی فرمائی ہے۔

6- حدیث مبارکہ:

عن ابی قتادہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صوم الاثنین فقال فیه ولدت و فیه انزل علی

(مشکوٰۃ المصابیح ص 179 مکتبہ امدادیہ ملتان)

حضرت ابو قتادہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام سے پیر کے دن روزہ رکھنے کا پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر قرآن نازل ہوا۔

معترض نے یہ اعتراض کیا کہ کس صحابی نے اپنے گھر میلاد کرایا۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ صحابی نے تو نہیں بلکہ خود مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے میلاد منایا اور یہ جواب معترض کے سوال پر اس کے سوال سے زیادہ قوی ہے۔

کیونکہ خود آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس پر عمل ہے۔ دوسری حدیث مبارکہ ملاحظہ ہو۔

7- حدیث مبارکہ:

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فرزندوں میں سے کنانہ کو

چن لیا اور کنانہ سے قریش کو چن لیا اور بنی ہاشم کو قریش سے چن لیا اور مجھ کو بنی ہاشم سے چن لیا۔

(صحیح مسلم ج 2 ص 252 رقم 5938 مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

(جامع ترمذی ج 2 ص 679 باب المناقب مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

8- حدیث مبارکہ:

حضرت عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے اور گویا کہ کوئی چیز سن رہے ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منبر پہ جلوہ گر ہوئے اور فرمایا میں کون ہوں لوگوں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں آپ پر سلام ہو آقا نے فرمایا۔ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں بے شک اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا۔ پس اللہ نے مجھے ان میں جو بہتر تھا ان میں رکھا۔ پھر اللہ نے دو گروہ بنائے مجھے بہتر گروہ میں رکھا۔ پھر قبیلے بنائے مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا پھر گھر بنائے مجھے بہترین گھر میں رکھا اور میرے نفس کو اللہ نے بہترین نفس بنایا۔

(جامع ترمذی ج 2 باب المناقب 678 مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ میں حضور علیہ السلام نے اپنا نسب پاک اور افضل الخلق ہونا بیان فرمایا۔ اب ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں ہم سوال کرتے ہیں کہ محافل و مجالس میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہم کیا کرتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عالی نسب ہونا بیان کرتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا افضل الخلق ہونا بیان کرتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت کے ڈنکے بجاتے

ہیں۔حضور علیہ الصلوٰۃ کی شان میں نعت پڑھتے ہیں۔

تو پھر ہمیں بھی تو یہ بتایا جائے کہ اگر کوئی کام ایسا جو حضور علیہ الصلوٰۃ کی اس سنت مطہرہ سے ہٹ کر ہو ہم کرتے ہوں اگر کسی کو حضور علیہ الصلوٰۃ کا عالی نسب ہونا آپ کی شان میں نعت پڑھنا اور آپ کی عظمت کو بیان کرنا گوارہ نہیں اچھا نہیں لگتا تو ہم صرف ان کی ہدایت کے لیے دعا ہی کر سکتے ہیں۔

ڈھول باجے گانے۔ الغرض تمام امور منکرہ کے ہم بھی قائل نہیں اور کوئی بھی قائل نہیں اور نہ ہی ہم ایسا ہونے دیتے ہیں اور نہ ہی ایسا کرتے ہیں اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو صرف اپنی جہالت کی بناء پر کرتا ہے۔ مسلک اہلسنت و جماعت اس الزام اور تہمت سے بری ہے۔

آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب اس کی تائید میں اقوال اکابرین و اسلاف بیان کیے جاتے ہیں۔

9- شاہ امداد اللہ مہاجر مکی کا فتویٰ میلاد کے بارے میں:

حاجی شاہ امداد اللہ مہاجر مکی بیان کرتے ہیں۔

اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں۔ بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔

(توضیحات وتشریحات فیصلہ ہفت مسئلہ ص 111 فرید بک سٹال لاہور)

حاجی صاحب کی یہ بیان کردہ عبارت کس خوبصورت انداز میں میلاد

مصطفیٰ کا جواز فراہم فرما رہی ہے کہ میں خود اس ایسی محفل کو ہر سال حصول برکت کے لیے سجاتا ہوں اور مجھے اگر ایسی محفل میسر آئے تو شریک محفل ہوتا ہوں اور اس محفل مقدسہ میں لطف بھی پاتا ہوں۔

حاجی صاحب کی اس عبارت کے بعد شیخ محقق عارف باللہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تائید آپ فرماتے ہیں۔

10- شیخ محقق کا فتویٰ میلاد منانے کے بارے میں:

مسلمان ہمیشہ سے محفل میلاد منعقد کرتے آئے ہیں۔ محفل میلاد کے ساتھ ہی دعوتیں دینے کھانے وغیرہ پکواتے ہیں اور غریبوں کو طرح طرح کے تحائف تقسیم کرتے ہیں۔خوشی کا اظہار اور دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔

نیز آگے فرماتے ہیں۔

محفل میلاد کرنے کے خصوصی تجربے یہ ہیں کہ میلاد کرنے والے سال بھر تک اللہ کی حفظ وہ امان میں رہتے اور حاجت روائی ومقصود برآری کی خوشیوں سے جلد تر ہم آغوش ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمتیں نازل کرتا ہے۔ جو میلاد النبی کو عید مناتے ہیں اور جس کے دل میں عناد اور دشمنی کی بیماری ہو وہ اپنی دشمنی میں اور زیادہ سخت ہو جاتا ہے۔

(مترجم ماثبت بالسنۃ دارالاشاعت کراچی)

(ماثبت بالسنۃ ص 45 عربی نسخہ)

شیخ محقق کی عبارت ہمیں یہ بتا رہی ہے کہ جو بھی میلاد مصطفیٰ کو مناتا ہے

اللہ پاک اس میلاد کے صدقے میں سال بھر پریشانیوں سے امان عطا کر دیتا ہے او پھر شیخ محقق تو میلاد منانے والوں کو دعائیں عطا فرما رہے ہیں مگر وہ کیسے لوگ ہیں جو شیخ محقق کو مان کر بھی ان کی بددعائیں لے رہے ہیں۔ میلاد مصطفیٰ کا انکار کر کے مزید یہ کہ شیخ محقق میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم منانے کے طریقے بھی عنایت فرما رہے ہیں کہ لوگو اس دن کثرت سے خیرات کرو تا کہ دوسرے غریب لوگ بھی میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا لنگر کھا سکیں۔

شیخ محقق کی تائید کے بعد اب غیر مقلدین کے پیشوا نواب صدیق حسن خان کی تصریح ملاحظہ ہو۔ وہ لکھتے ہیں۔

11- نواب صاحب کا فتویٰ میلاد کے بارے میں:

جس کو حضرت کے میلاد کا سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نہ کرے وہ مسلمان نہیں۔

(الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ ص 12 فاران اکیڈمی)

لیجیے نواب صاحب نے حد ہی ختم کر دی۔ وہ میلاد پر فرحت تو کیا اگر میلاد کر سن کر کوئی خوش نہ ہو تو وہ اسے مسلمان ہی نہیں مانتے۔ اب میلاد مصطفیٰ کی خوشی کا انکار کرنے والو یا تو خود دائرہ اسلام سے خارج ہو جاؤ یا پھر نواب صاحب کو دائمی جہنم کا مستحق قرار دے دو۔

12- امام قسطلانی کی تائید:

آپ فرماتے ہیں کہ اہل محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے مہینہ میں ہمیشہ محفلیں کرتے ہیں اور اہتمام کرتے ہیں۔ کھانے کھلاتے ہیں۔ ولادت کی راتوں میں صدقہ کرتے ہیں خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ آپ کی ولادت با سعادت کے حالات و واقعات پڑھنے سننے میں ذوق وشوق کا اظہار کرتے ہیں ان مسلمانوں پر آپ کے میلاد شریف کی برکت سے ایک فضل عمیم ظاہر ہوتا ہے۔ آپ کے میلاد شریف کے خواص سے جو چیزیں آزمائی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جس سال میلاد شریف پڑھا جاتا ہے تو وہ میلاد مسلمان کے لیے بلاؤں مصیبتوں سے امان کا باعث ہوتا ہے اور وہ میلاد شریف دلی مرادیں بر لانے میں بہت جلد بشارت کا سبب ہوتا ہے۔

نیز فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنا خاص فضل و کرم فرمائے جس نے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کی راتوں کو عید کی حیثیت میں اختیار کیا۔ اس عید کو اختیار کرنے سے جن لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اصل میں ان کے دل محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے خالی ہیں پھر کس منہ سے مسلمانی کا دعویٰ کرتے ہیں کیا نبی کا کلمہ صرف حلق سے اوپر اوپر پڑھتے ہیں ان کے دل اس محبت سے متضاد کیوں؟

(مواہب اللدنیہ ج 1 ص 79)

امام قسطلانی ایک عظیم محدث ہیں جنہوں نے ارشاد الساری نام کی بخاری شریف کی شرح فرمائی ہے۔ انہوں نے میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں مسلمانوں کے معمولات بیان فرما کر کوئی رو کھے مولویوں کی طرح فتویٰ نہیں گھڑا بلکہ وہ لوگ مسلمان جو اس خوشی کو مناتے ہیں یا مناتے رہیں گے۔ امام قسطلانی نے تو انہیں اپنی دعاؤں سے نوازا ہے اور پھر انہوں نے بھی شیخ محقق کی طرح بیان فرمایا کہ میلاد پاک منانے کی برکت سے اللہ تعالیٰ بلاؤں اور مصیبتوں سے حفظ و امان عطا کرتا ہے۔

محدثین کرام کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ یہ حضرات خود بھی محفل میلاد سجاتے تھے۔ چاہے انہوں نے اس کو صراحتاً بیان نہیں فرمایا۔ مگر محدثین کا انداز بیان یہ بیان کر رہا ہے کہ لوگو اس محفل میلاد سے ہم نے بہت برکتیں حاصل کیں اللہ کی عنایات ہوئی ہیں۔

تم بھی میلاد منایا کرو تا کہ اللہ کی بارگا سے حفاظت ایمان نصیب ہو جائے اور جب ایمان محفوظ ہو گیا تو اس کی ساری برکتیں بھی حاصل ہو جائیں گی۔

ایک اور الزام اہل سنت پہ یہ لگتا ہے کہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لفظ عید کیوں استعمال کرتے ہو۔

اب ذرا امام قسطلانی کی عبارت پڑھو اور ذرا غور سے پڑھو کہ عید کا لفظ آج کے دور کا ایجاد کردہ نہیں بلکہ امام قسطلانی جیسے عظیم محدث فرما رہے ہیں کہ اللہ اس پر فضل و کرم فرمائے جس نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت مبارکہ کی

راتوں کو عید کی حیثیت سے اختیار کیا۔

اس عبارت کے بعد عوام وعلماء اہلسنت اس الزام سے بری ہو گئے کہ عید کا لفظ ہم نے نکالا ہے۔

اب امام قسطلانی کی اس عبارت پر نص قرآنی پیش کرتا ہوں تا کہ مزید تائید حاصل ہو جائے۔

قرآن فرماتا ہے۔

وانزل علینا مائدة من السمأ تکون لنا عید الاولنا و اخرنا (پ7)

اور ہم پر مائدہ نازل ہو جائے آسمان سے تو ہو جائے ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے عید۔

مائدہ کا نزول ایک عارضی نعمت تھی۔ اس عارضی نعمت پر بنی اسرائیل کہتے ہیں کہ ہمارے اگلوں اور پچھلوں کی عید ہو جائے تو پھر جو دائمی نعمت ہو اور نعمتوں کی نعمت ہو۔ اس نعمت پر اگر عید کا لفظ لگا دیا جائے تو یہ لفظ نص قرآنی و تائید قسطلانی کے مطابق ہے نہ کہ متضاد۔

اور پھر اس لفظ عید کا معنی بیان فرماتے ہوئے امام لغت امام اصفہانی فرماتے ہیں۔

13- لفظ عید کا معنی اور تشریح:

العید وہ ہے جو بار بار لوٹ کر آئے۔

نیز فرماتے ہیں کہ انزل علینا مائدۃ من السمآ تکون لنا عید

ہم پر آسمان سے خوان نازل فرما ہمارے لیے عید قرار پائے میں۔ وہ ''عید'' سے شادمانی کا دن ہی مراد ہے اور العید اصل میں اس حالت کو کہتے ہیں جو بار باران پر لوٹ کر آئے۔

(مترجم مفردات القرآن ص736 اہل حدیث اکادمی لاہور)

امام اصفہانی کی تعریف سے یہ ثابت ہوا کہ وہ دن جو بار بار لوٹ کر آئے۔ اسے عید کہتے ہیں اور پھر ساتھ ہی تصریح فرمائی کہ شادمانی کا دن۔

اصل میں مسئلہ یہ ہے کہ لوگ لفظ کو دیکھ کر فتویٰ لگانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ اس لفظ کا نہ معنیٰ پڑھنے کی زحمت کرتے ہیں نہ اس کی تشریح پڑھنا گوارہ کرتے ہیں اور جن کو ایسی بیماری لاحق ہو جائے تو اس کا علاج صرف ہدایت الٰہی پر منحصر ہے۔ ورنہ یہ بیماری سیدھی جہنم میں لے جاتی ہے۔ اللہ ہر مومن مسلمان کو اس بیماری سے بچائے رکھے اور جن کو یہ لاحق ہوگئی ہے اللہ اسے علماء اہلسنت کی تصریحات وتشریحات وتوجیحات پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے کہ اس کی بیماری کا علاج ہو سکے۔

14- میلاد پاک منانے والوں کا صلہ:

جو لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا میلاد مناتے ہیں دیکھو کہ اللہ رب العزت ان پر کتنا کرم فرماتا ہے۔

ابولہب کو اس کی لونڈی ثوبیہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت

کی خبر دی تو ابولہب نے اسے اشارہ کر کے آزاد کر دیا تھا۔

تو امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ

جب ابولہب مر گیا تو گھر والوں میں سے کسی ایک کو اسے خواب میں دیکھا گیا (ایک روایت کے مطابق حضرت عباس نے خواب میں دیکھا) اور پوچھا کہ ابولہب کیسے ہو۔

تو وہ کہنے لگا کہ بہت سخت عذاب میں ہوں اس سے کبھی چھٹکارا نہیں ملتا۔

ہاں مجھے اس سے (ابولہب نے دو انگلیوں کی طرف اشارہ کیا) قدرے سیراب کر دیا جاتا ہے جس سے میں نے ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔

(صحیح بخاری کتاب النکاح ج2 ص270 رقم 5101 مکتبہ رحمانیہ)

نیز امام بیہقی فرماتے ہیں کہ

15- حدیث مبارکہ:

حدیث عروہ بن زبیر جس میں ابولہب کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں اپنی لونڈی ثوبیہ کو آزاد کرنا اور ثوبیہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانا مذکور ہے جب ابولہب کا انتقال ہو گیا تو اس کے گھر والوں میں سے کسی ایک کو وہ خواب میں دکھایا گیا بڑی بری حالت اور ناکامی میں تھا اس نے اس سے پوچھا تیرے ساتھ کیسا سلوک کیا گیا۔ ابولہب نے کہا کہ میں نے تم لوگوں سے جدا ہونے کے بعد مکمل مایوسی دیکھی۔

امید کی کوئی صورت نہیں تھی ہاں ثوبیہ کو آزاد کرنے کے بدلے میں مجھے اتنا سا گھونٹ پلایا گیا اس نے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے درمیان جو فاصلہ یا سوراخ بنتا ہے۔ اسی کا اشارہ کر کے دکھایا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں امام بیہقی فرماتے ہیں اس واقعہ میں احسان کا مرجع ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ لہٰذا وہ نیکی ضائع نہ کی گئی۔

(مترجم شعیب الایمان ج 1 ص 250 دار الاشاعت کراچی)

یہاں ایک اور وضاحت کرتا چلوں کہ کافر کی کوئی بھی نیکی اسے عالم برزخ و عالم محشر میں کام نہیں آئے گی اس پر قرآن پاک کی آیات شاہد ہیں۔ فرمایا:

(1) وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا (الفرقان)

اور ہم ان اعمال کی طرف متوجہ ہوں گے جو انہوں نے کیے تھے تو ہم انہیں بکھرا ہوا غبار بنا دیں گے۔

(2) من كان يريد الحيوة الدنيا و زينتها نوف اليهم اعمالهم وهم فيها لايبخسون اولئك الذين ليس لهم في الاخرة الا النار و حبط ماصنعو فيها و بطل ماكانو يعلمون (ہود)

جو لوگ دنیوی زندگی اور اس کی زینت کے طالب ہیں۔ ہم ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ اسی دنیا میں دیتے ہیں اور انہیں اس میں کوئی کمی نہیں دی جاتی

یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں کچھ نہیں سوائے نار جہنم کے اور وہ اکارت ہو گئے۔ جو دنیا میں انہوں نے انجام دیئے اور وہ باطل و بے کار ہو گیا۔ جو وہ کرتے رہے تھے۔

مگر امام بیہقی نے بڑی ایمان افروز بات فرما کر یہ عقدہ بھی حل فرما دیا اور ایک راز بھی بتا دیا کہ لوگو کافر کوئی بھی نیکی کا کام کر لے خواہ وہ ہسپتال بھی بنا دے پھر بھی اس نیکی کا اجر اسے دنیا میں تو مل سکتا ہے۔ مال و دولت جاہ و منصب اور ناموری کی صورت میں مگر آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہ ہوگا ہاں مگر ایک حصہ ہے۔ وہ یہ کہ کوئی بھی ایسا احسان جس کا مرجع ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس کا اجر ملے گا۔ امام بیہقی نے پوری امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (خواہ وہ امت اجابت ہو یا امت دعوت) پیغام یہ دیا کہ تمہاری کوئی بھی نیکی کسی بھی وجہ سے غارت ہو سکتی ہے مگر ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی احسان کی نیکی کبھی غارت نہیں ہو سکتی۔

16- تائید شیخ محقق:

اس کی تائید میں شیخ محقق کا کلام پیش کرنا چاہتا ہوں آپ فرماتے ہیں۔

ابن جوزی نے لکھا ہے کہ ابولہب کافر جس کی مذمت قرآن کریم میں وارد ہے جبکہ اس کو ولادت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی منانے میں اپنی لونڈی ثوبیہ کو آزاد کرنے کا یہ بدلا ملا ہے کہ وہ دوزخ میں بھی ایک رات کے لیے فرحت و مسرت سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ تو ان مسلمانوں کے حال پر غور کیا جائے

جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پر مسرتوں کا اظہار کرتے ہیں اور آپ کی محبت میں بقدر استطاعت خرچ کرتے ہیں۔ مری جان کی قسم شب ولادت میں اظہار مسرت کرنے والوں کو اللہ جنت کے باغوں میں داخل کرے گا۔

(مترجم ماثبت بالسنۃ ص 84 دار الاشاعت کراچی عربی ماثبت بالسنہ ص 40)

اسی طرح امام قسطلانی نے بھی ابن جوزی کا قول نقل فرمایا ہے۔

اب محدث ابن جوزی، شیخ محقق، امام قسطلانی، امام بیہقی، صدیق بھوپالی امام بخاری، شاہ امداد اللہ مہاجر مکی اور خود ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آیات قرآنیہ یہ سب تو اس بات پر متفق ہیں کہ میلاد پاک منایا جائے اللہ پاک اجر عطا کرتا ہے۔ مگر معترض کیوں نا متفق ہے۔ اب صرف دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو خود توبہ کرے اور متفق ہو جائے یا پھر اپنی ضد و عناد میں آکر ابدی جہنم کا ایندھن بن جائے۔

آیات قرآنیہ احادیث نبویہ اور اکابرین و اسلاف کے اقوال کے بعد اب ہم معترض کے اعتراض کے عقلی جوابات دینا چاہتے ہیں۔

17- عقلی جوابات:

معترض نے کہا کہ ”کس صحابی نے گھر میلاد کرایا؟“

اس سوال کا مقصد یہ ہے کہ صحابہ کرام کے دور میں میلاد نہیں منایا جاتا تھا۔ اس لیے ہمیں بھی نہیں منانا چاہیے۔

اب میں یہ سوال کرتا ہوں کہ فتح مکہ کے بعد صحابہ کرام کے دور میں کتنی

بار وہ دن لوٹ کر آیا۔ کیا کسی صحابی نے فتح مکہ کے دن خوشی منائی۔ کیا کسی صحابی نے غزوۂ بدر کا دن لوٹ کر آنے میں خوشی منائی۔ اس دن تو ایک حق و باطل کے درمیان بہت بڑا معرکہ بپا ہوا تھا اور اللہ نے مسلمانوں کو بہت بڑی فتح عطا کی تھی۔

میلاد پاک منانے پر زبان درازی کرنے والے میں یہ پوچھتا ہوں کہ کسی صحابی نے سیرت النبی کانفرنس کرائی کس صحابی نے فکر آخرت کانفرنس کروائی۔ کسی صحابی نے مدرسے بنا کر ان کا یوم تاسیس منایا اس دور کے مروجہ طریقے کے مطابق تو اب یہ کہنا پڑے گا کہ اگر صحابہ کرام نے کوئی عمل نہیں کیا۔ تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ وہ عمل اب بھی نہیں ہونا چاہیے اگر ایسی بات ہے تو لاؤڈ اسپیکر پر اذان کیوں دیتے ہو۔

مسجد کے اندر قالین کیوں بچھاتے ہو مسجد کی عمارت میں پتھر اور ٹائل کیوں لگاتے ہو۔ مسجد کے وضو خانے میں ٹونٹی کیوں لگاتے ہو۔ اپنی مسجدوں میں لائٹیں کیوں لگاتے ہو اور پھر صحابہ کرام کے دور مبارک میں ذرائع ابلاغ نہیں تھے بتاؤ اس دور کے ذرائع ابلاغ سے فائدہ کیوں اٹھاتے ہو۔ یقیناً بالیقین معترضین کی پوری جماعت ان سوالوں کا جواب تا قیامت نہیں لا سکے گی۔

جمیع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کوئی بھی قول و فعل حق ہے۔ ان کے کسی کی بھی قول و فعل کو ناحق قرار دینا گمراہی اور بے دینی ہے مگر ہمیں بھی تو ایسا قاعدہ بتاؤ جس قاعدہ میں یہ ہو کہ جو عمل صحابہ نے نہیں کیا وہ شرک بدعت اور گمراہی ہے۔ اس میں معترض کے بہت سارے سوالات کے جوابات آجاتے ہیں۔ مثلاً

اگر حضور صلی علیہ السلام کے زمانے میں قوالی نہیں ہوتی تھی اور اگر آج ہوتی ہے۔ تو کس قاعدے کے مطابق قوالی فی نفسہ حرام ہے۔

(2) پھر معترض نے کہا کہ 12 ربیع الاول کی نیاز کتنے صحابہ کرتے تھے۔ اگر صحابی نہیں کرتے تھے تو کیا گیارہ بارہ ربیع الاول کے دن کی نیاز کس قاعدے کے مطابق حرام ہوگئی اس کے برعکس۔

18- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا فتویٰ:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنے والد شیخ عبدالرحیم کے معمولات بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

حضرت رسالت مآب کے عرس مبارک کے دنوں میں ایک مرتبہ اتفاقاً خزانہ غیب سے کچھ میسر نہ آسکا کہ میں کچھ طعام پکا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح پُر فتوح کی نیاز دلوا سکتا لہٰذا تھوڑے سے بھنے ہوئے چنے اور قند پر اکتفا کیا اور نیاز دلوادی اسی رات بچشم حقیقت دیکھا کہ انواع و اقسام کے طعام آنحضرت کی بارگاہ میں پیش کیے جا رہے ہیں اسی دوران وہ قند اور چنے بھی پیش کیے گئے۔

انتہائی خوشی و مسرت سے آپ نے وہ قبول فرمائے اور اپنی طرف لانے کا اشارہ فرمایا اور تھوڑا سا اس میں سے تناول فرما کر باقی اصحاب میں تقسیم فرما دیا۔

(مترجم انفاس العارفین ص118)

مذکورہ بالا عبارت میں شاہ صاحب نے نیاز تو کیا۔ بلکہ اس نیاز کی بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں مقبولیت بھی بیان فرما دی اگر نیاز بارہ ربیع الاول ناحق

ہوئی تو شاہ صاحب آج کل کے بدمذہب ملاؤں سے کہیں بڑھ کر علم رکھنے والے تھے کیا وہ اس واقعہ کو بیان کرتے اور اگر بیان کر بھی دیا تھا تو اس پر جرح کر کے حق کو واضح کرے۔ مگر ان کے نزدیک یہی حق تھا تو انہوں نے اس پر کوئی جرح کی نہ اس میں کوئی اپنا موقف بیان فرمایا۔

معترض نے ایک اور سوال یہ کیا کہ صحابہ کرام کس رنگ کا جھنڈا لہراتے تھے؟

یہ کیسا لغو اور لایعنی سوال ہے۔ کہ جس کا تعلق نہ احکام شرعیہ سے ہے۔ اور نہ ہی عقائد سے اور پھر اس کا جواب مذکورہ سطور میں دیا جا چکا ہے کہ صحابہ کرام اگر یہ کام نہیں کرتے تھے۔ تو ضروری نہیں کہ ہم بھی وہ کام نہ کریں۔

اب ہم یہ پوچھتے ہیں کہ جو جھنڈا آپ کا بنایا ہوا ہے۔ خواہ وہ جماعۃ الدعوہ کا ہے۔ خواہ وہ جماعت اسلامی خواہ وہ لشکر طیبہ والوں کا یہ جھنڈا کس صحابی نے لہرایا تھا ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو پھر کسی پہ انگلی اٹھائی جاتی ہے الٹا چور کو توال کو ڈانٹے۔

معترض نے ایک اور سوال یہ کیا کہ المدد یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یا علی مدد کس صحابی نے نعرہ لگایا؟

اس سوال کا جواب دینے سے قبل میں یہ عرض کروں گا۔

کہ معترض یہ کہنا چاہتا ہے۔ کہ المدد یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یا علی مدد بھی نہیں کہنا چاہیے اور دوسرا یہ کہ اس سوال میں جو لفظ ''مدد'' کو عنوان بنایا

گیا ہے۔ اس مدد کو ثابت کرنے کے لیے مدد کرنے والے کے لیے زندہ ہونا ضروری ہے۔ اس لیے اس مدد کو ثابت کرنے کے لیے سب سے پہلے ہم حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بحث کریں گے۔ اس بحث میں آیات قرآنیہ اور احادیث مصطفیٰ سے رہنمائی لیں گے۔

اللہ پاک قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

(1) فكيف اذجئنا من كل امة بشهيد و جئنا بك علىٰ هولاء شهيدا (النساء)

پھر اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور اے محبوب ہم آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے۔

(2) وَيَوْمَ نبعث فى كل امة شهيداً عليهم من انفسهم و جئنابك على هولاء و نزلنا عليك الكتب تبيانا لكل شئ وهدى و رحمة و بشرىٰ للمومنين (النحل)

اور وہ دن ہوگا ہم ہر امت میں انہیں میں سے خود ان پر ایک گواہ اٹھائیں گے۔ اور (اے محبوب) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے آپ پر وہ عظیم کتاب نازل فرمائی ہے جو ہر چیز کا بڑا واضح بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔

مذکورہ بالا آیات کریمہ میں لفظ شہید استعمال ہوا ہے۔ جس کا معنی ہے۔

گواہ

اب گواہی دینے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ جائے وقوعہ پر موجود بھی ہو دیکھ بھی رہا ہے اور سن بھی رہا ہو اور سمجھ بھی رہا ہو۔ تب جا کر اس کی گواہی قبول ہوتی ہے۔

اب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اور قیامت تک عالم روحانیت میں تمام کے احوال مشاہدہ فرماتے رہے۔ اور فرماتے رہیں گے اسی لیے تو فرمایا محبوب قیامت کے دن آپ کو ان سب پر گواہ بنایا جائے گا۔ ان دونوں آیات کریمہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات بعد الممات اور حیات قبل الولادت ثابت ہوتی ہے۔

قرآنی آیات کے بعد اب ہم احادیث طیبہ سے رہنمائی کرتے ہیں۔

1- حدیث مبارکہ:

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب بندے کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اصحاب دفن کرنے کے بعد واپس مڑ کر چلتے ہیں۔ تو وہ مرنے والا اپنے اصحاب کے جوتوں کی آہٹ کو بھی سنتا ہے۔

(صحیح بخاری ج 1 ص 285 رقم 1338 کتاب الجنائز مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ کوئی بھی شخص خواہ وہ کافر ہو

مسلمان ہو عیسائی ہو یا یہودی ہو۔ اس میں کہیں قید نہیں لگائی گئی ہے۔ تو جب کوئی بھی ہو اور وہ جوتوں کی آہٹ تک سنتا ہو۔ تو بتاؤ موت کے بعد حیات ثابت ہو گی جب ایک عام شخص کی حیات بعد الممات ثابت ہو رہی ہے تو کون بدبخت ہے۔ جو حضور علیہ السلام کی حیات بعد الممات کو نہ مانے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ حیات بعد الممات کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں۔

2- حدیث مبارکہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں اس گھر میں جس گھر میں ان دونوں کے ساتھ (حضرت محمد مصطفیٰ اور صدیق اکبر) کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدفون ہیں۔ اللہ کی قسم میں داخل نہیں ہوتی تھی مگر اس حال میں کہ میں اپنے اوپر کپڑوں کو لپیٹے ہوئے ہوتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کی وجہ سے۔

(مستدرک الحاکم ج 4 ص 379 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

اول الذکر حدیث مبارکہ میں کسی بھی شخص کے بارے میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان پاک کہ وہ دفن ہونے کے بعد پیچھے مڑ کر جانے والوں کے جوتوں کی آواز کو سنتا ہے۔ موخر الذکر حدیث پاک میں سیدہ ام المومنین کا فرمان سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہ میں ان کے حیاء کی وجہ سے کپڑوں کو لپیٹے ہوئے ان کے مدفن میں جاتی ہوں۔

معلوم ہوا کہ دونوں میاں بیوی کا عقیدہ ایک ہی ہے کہ ہر مرنے والا دفن ہونے کے بعد زندہ ہو جاتا ہے اگر مرنے کے بعد ابدی زندگی نہ ہوتی تو سوال و جواب کے بارے میں احادیث مبارکہ ثابت نہ ہوتیں۔ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کبھی بھی یہ نہ فرماتیں کہ وصال کے بعد بھی سیدنا عمر سے حیاء آتی ہے۔

دونوں احادیث مبارکہ میں حیات بعد الممات کا ثبوت پایا جاتا ہے۔ تو جب کوئی شخص عام ہو یا خاص اس پر تو یہ احادیث دلالت کریں۔ مگر مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے عقیدہ حیات پر فتوے لگ جائیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے اور کون سا دین لیے پھر رہے ہو۔ ہم ایسے دین سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اُن احادیث مبارکہ کے بعد اب ہم حیات بعد الممات میں انبیاء علیہم السلام کی احادیث مبارکہ سے تصریح کریں گے۔

3- حدیث مبارکہ:

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معراج کی شب میں حضرت موسیٰ کے پاس آیا اور ھداب کی روایت میں ہے کہ سرخ ٹیلے کے پاس سے میرا گزر ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

(صحیح مسلم ج 2 ص 274 کتاب الفضائل مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

اس حدیث مبارکہ میں صراحت کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات بعد الممات کی دلیل ہے کیونکہ نماز وہی پڑھ سکتا ہے جو زندہ ہو۔

اب ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات بعد الممات پر احادیث پیش کرتے ہیں۔

4- حدیث مبارکہ:

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ بے شک تمہارے دنوں میں یہ جمعہ کا دن سب سے بہتر ہے۔ اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اس دن انہوں نے وفات پائی اور اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن سخت آواز ظاہر ہو گی۔ پس اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔ کیونکہ تمہارا درود مجھے پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارا درود آپ کے وصال کے بعد آپ کو کیسے پیش کیا جائے گا جبکہ آپ کا جسد مبارک خاک میں مل چکا ہو گا تو آپ نے فرمایا بے شک اللہ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کو حرام کر دیا ہے۔

(سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ ج 1 ص 158 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

دوسری حدیث مبارکہ اسی ضمن میں۔

5- حدیث مبارکہ:

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ سے زیادہ درود بھیجا کرو۔ یہ یوم مشہود ہے۔ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں کوئی شخص جب بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے اس

کے فارغ ہونے تک اس کا درود مجھے پیش کر دیا جاتا ہے۔ حضرت ابو درداء کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اور آپ کے وصال کے بعد آپ نے فرمایا ہاں وصال کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے زمین کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق بھی دیا جاتا ہے۔

(نشر الطیب ص 267 مطبوعہ زمزم پبلشر کراچی)

(سنن ابن ماجہ ص 118 کتاب الجنائز مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اول الذکر حدیث مبارکہ میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کا اثبات فرمایا کہ اللہ نے حرام کر دیا ہے زمین پر کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔ موخر الذکر حدیث مبارکہ میں آقا علیہ السلام نے مزید اس کی تائید میں فرمایا کہ نہ صرف اللہ کے نبی زندہ ہیں بلکہ انہیں رزق بھی پہنچایا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ وہ عالم برزخ میں بھی اللہ کے پاکیزہ رزق کے مزے لوٹتے ہیں۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مزید احادیث:

حضرت سعید بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ جب ایام حرہ کا واقعہ پیش آیا تو مسجد نبوی میں تین دن تک اذان اور اقامت نہ کہی گئی اور حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ انہوں نے مسجد نہیں چھوڑی تھی۔ وہ نماز کا وقت نہیں جانتے تھے مگر ایک دھیمی سی آواز کے ذریعے جو وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے سنتے تھے پھر اس آواز کا انہوں نے مطلب بھی بتایا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص 545 باب الکرامات مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(مترجم سنن دارمی ج 1 ص 91 رقم 94 مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ صحابی رسول کا عقیدہ حیات بعد الممات ملاحظہ ہو۔

حضرت داؤد بن ابو صالح رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز مروان آیا اور اس نے دیکھا کہ ایک آدمی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر اپنا چہرہ جھکائے ہوئے ہے تو اس نے اس آدمی سے کہا کیا تو جانتا ہے تو کیا کر رہا ہے۔ جب اس کی طرف بڑھا تو دیکھا کہ وہ حضرت ابو ایوب انصاری تھے انہوں نے فرمایا ہاں میں رسول اللہ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا ہوں اور کسی پتھر کے پاس نہیں آیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے۔ دین پر مت روؤ جب اس کا ولی اس کا اہل ہو ہاں دین پر اس وقت روؤ جب اس کا ولی نا اہل ہو۔

(مستدرک الحاکم ج 5 ص 418 کتاب الفتن والملاحم رقم 8749 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

سیدنا ابو ایوب کے لفظ پر غور کریں آپ فرماتے کہ میں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا کس خوبصورت انداز میں صحابی رسول نے اپنا عقیدہ واضح فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ہوں جو اپنی دکھیاری امت کے غموں کو اور دکھوں کو سنتے ہیں تو میں بھی اپنے دکھ سنانے آیا ہوں۔ اس حدیث مبارکہ کے لفظ بتا رہے ہیں کہ مروان ایک ظالم بادشاہ تھا اور دین اسلام کو نقصان پہنچانے والا تھا اور خارجیت کی طرف مائل تھا۔ تو سیدنا ابو ایوب انصاری نے جو الفاظ ادا کیے کہ اس وقت دین پر روؤ جب اس کا ولی نا اہل ہو۔ چونکہ آپ ان کے ظلم و ستم کی لپیٹ میں تھے۔ اس لیے حضور کی قبر انور پر چہرہ جھکائے اپنے من کی بپتا سنا رہے تھے۔

اور پھر سیدنا ابو ایوب انصاری کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہے اس دنیا سے پردہ فرما گئے مگر جب بھی کوئی دکھی غریب آقا کو اپنی کہانی سناتا ہے تو وہ سنتے ہیں اس موضوع پر ان شاء اللہ آگے گفتگو کریں گے۔ کہ قبر میں بھی حضور سنتے ہیں۔

اب اس سے ایک قدم اور آگے چلیے۔

6- شیخ اشرف علی تھانوی کا عقیدہ:

شیخ اشرف علی تھانوی اپنی کتاب جمال الاولیاء میں امام رازی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کرامتوں سے یہ بھی ہے کہ جب آپ کا جناز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کے دروازے پر لایا گیا اور ندا دی گئی۔ اسلام علیک یا رسول اللہ یہ ابوبکر دروازے پر حاضر ہیں۔ تو دروازہ خود بخود کھل گیا اور غیب سے قبر شریف کے اندر سے کوئی آواز دیتا ہے کہ ایک دوست کو دوست کے یہاں داخل کر دو۔

(جمال الاولیاء ص 35 مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور)

شیخ اشرف علی تھانوی اور امام رازی رحمتہ اللہ علیہ کا عقیدہ حیات بعد الممات کا ثابت ہو تو رہا ہے مگر اس عبارت میں ایک راز یہ بھی ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جنازہ مزار رسول پاک پر رکھنے والے نہ امام رازی تھے نہ امام جلال الدین سیوطی تھے۔ نہ امام بخاری تھے نہ صحاح ستہ کے کوئی اور امام تھے نہ کوئی اور محدث تھے۔ اور نہ ہی سیدی وسندی و مرشدی و مولائی سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز تھے۔ بلکہ سیدنا صدیق اکبر کا جنازہ مزار رسول پاک پر رکھنے والے صحابہ کرام تھے اور انہوں نے اس وقت جو لفظ ادا کیے

ان لفظوں پر غور فرمائیں۔ صحابہ فرما رہے ہیں السلام علیک یا رسول اللہ! اور ہر علم دین پڑھنے والا طالب علم جانتا ہے کہ نحو کے قاعدے کے مطابق لفظ ''یا'' کسی کو پکارنے کے لیے آتا ہے۔ جس کو پکارا جا رہا ہو خواہ وہ نزدیک ہو یا دور ہو۔

اب کم از کم یہ عقدہ تو حل ہو ہی گیا کہ تمام صحابہ کا عقیدہ یہ تھا کہ حضور عالم برزخ میں زندہ بھی ہیں اور سنتے بھی ہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی حیات برزخی ثابت کرنے کے بعد اب ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے زندہ ہیں۔ ویسے سنتے بھی ہیں کیونکہ سماعت اسی کو ملتی ہے جو زندہ ہو۔ چونکہ آپ زندہ ہیں تو سنتے بھی ہیں۔ اس عقیدہ کی وضاحت سے پہلے میں آپ کو احادیث مبارکہ سے کچھ مثالیں دینا چاہتا ہوں۔

7- آثار:

امام جلال الدین سیوطی ابونعیم کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں۔

ابونعیم نے حضرت عمرو بن دینار سے روایت کی ہے فرماتے ہیں جب انسان مر جاتا ہے تو اس کی روح ایک فرشتہ کے قبضہ میں رہتی ہے وہ اپنے جسم کو دیکھتا رہتا ہے کہ اس کو کیسے غسل دیا جا رہا ہے کیسے کفن دیا جا رہا ہے اور کیسے اسے لے جایا جا رہا ہے اور وہ اپنے تخت پر غسل کے لیے رکھا ہوتا ہے کہ اسے کہا جاتا ہے لوگوں سے اپنی تعریف سن لو۔

(مترجم شرح الصدور ص 194 مطبوعہ کتب خانہ شان اسلام لاہور)

پھر امام جلال الدین سیوطی ابن ابی الدنیا کے حوالے سے رقمطراز ہیں۔

ابن ابی الدنیا نے حضرت عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے فرماتے ہیں کہ فرشتہ انسان کی روح کو جنازہ کے ساتھ ساتھ لے کر جاتا ہے اور اسے کہتا ہے سن لو لوگ تمہارے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں جب اسے قبر میں رکھ

دیتے ہیں تو وہ روح کو اس میں داخل کر دیتا ہے۔

(مترجم شرح الصدور ص 195 مطبوعہ کتب خانہ شان اسلام لاہور)

پھر امام جلال الدین سیوطی ابوالشیخ کے حوالے سے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک نقل فرماتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ابوالشیخ نے عبید بن مرزوق سے مرسلاً روایت کی ہے فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک خاتون مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ وہ فوت ہوگئی اور آقا علیہ السلام کو اس کی وفات کا علم نہیں ہوا تو حضور علیہ السلام اس کی قبر سے گزرے تو پوچھا یہ کس کی قبر ہے صحابہ کرام نے عرض کیا ام محجن کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ عرض کیا ہاں وہی تو حضور علیہ السلام نے لوگوں کی صفیں بنائیں اور اس خاتون کی نماز جنازہ پڑھی۔

اور پھر ارشاد فرمایا: اے خاتون تو نے کون سا عمل افضل پایا۔ تو حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ سن رہی ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا تم اس سے زیادہ نہیں سن رہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو بتایا کہ خاتون نے جواب دیا کہ مسجد میں جھاڑو دینے کو میں نے افضل عمل پایا ہے۔

(مترجم شرح الصدور ص 197 مطبوعہ کتب خانہ شان اسلام لاہور)

امام جلا الدین سیوطی شافعی کی بیان کردہ احادیث کس خوبصورتی سے سماع موتی کا ثبوت فراہم کر رہی ہیں اور پھر خود تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر پہ جنازہ پڑھنا اور اس خاتون سے باتیں کرنا اور مقتولین بدر کے ساتھ کلام فرمانا اس عقیدہ کو مزید نکھار عطا کر رہا ہے اسی ضمن میں پھر امام بخاری روایت کرتے ہیں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

8- حدیث مبارکہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے کنویں میں پھینکے ہوئے کفار مقتولین پر کھڑے ہو گئے۔ پس آپ نے فرمایا کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو صحیح اور سچا پایا۔ تو آپ سے عرض کی گئی آپ مردوں کو سناتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں لیکن وہ جواب نہیں دیتے۔

(صحیح بخاری ج 1 ص 264 کتاب الجنائز مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

اس سے پہلے کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدد مانگنے اور مزارات پر جانے (کیونکہ ایک سوال یہ بھی کیا گیا ہے کہ صحابہ کرام کس کے مزار پر جا کر دعا مانگتے تھے؟)

کے بارے میں گفتگو کروں یہاں رک کر میں ضمناً ایک اور چیز سمجھاتا چلوں کہ معترضین بہت جلد کسی بھی حدیث پر ضعف کا اطلاق کر کے ایک تو رد کر دیتے ہیں اور دوسرا یہ کہ بھولی بھالی عوام کو لفظ حدیث ضعیف سنا کر گمراہ کرتے ہیں۔

یاد رکھیں ''حدیث صحیح اور حدیث ضعیف'' اصطلاحات احادیث میں سے دو اصطلاحیں ہیں۔

مثلاً حدیث صحیح کی تعریف یہ ہے کہ اس حدیث کی سند متصل ہو اس حدیث کے تمام راوی صاحب عدالت ہوں (یعنی عادل ہوں) اس حدیث کے تمام راوی مکمل یادداشت رکھنے والے ہوں۔ اس حدیث میں کوئی خبر شاذ نہ ہو۔

اس حدیث میں کوئی علت نہ ہو۔

اگر یہ تمام شرائط کسی بھی حدیث میں پائی جائیں تو وہ صحیح ہو گی حدیث ضعیف وہ ہے جس میں نہ صحیح کی شرائط جمع ہوں نہ حسن کی۔

اب اگر کسی حدیث میں مذکورہ بالا شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو وہ غلط نہ ہو گی بلکہ صحیح لغیرہ ہو سکتی ہے۔ حسن ہو سکتی ہے۔ حسن لغیرہ ہو سکتی ہے اور زیادہ سے زیادہ ضعیف ہو گی مگر اس کا معنی یہ تو نہیں یہ حدیث ہی غلط ہے یا یہ حدیث ہے ہی نہیں۔

یاد رکھیں حدیث ضعیف سے حلال وحرام کے احکامات پر استدلال نہیں کیا جاتا۔ مگر جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ فضائل میں احادیث ضعیفہ قابل اعتبار اور لائق استدلال ہوتی ہیں۔

حدیث ضعیف کی پہلی تعریف تو ملاحظہ فرمالی۔

دوسری تعریف یہ ہے کہ حدیث مبارکہ میں دو چیزیں پائی جاتی ہیں۔

ایک حدیث کا متن 2 حدیث کی سند۔

1- متن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان مبارک کو کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ تو ضعیف ہو نہیں سکتا اور نہ ہی غلط ہو سکتا ہے۔

2- سند میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک لفظ بھی شامل نہیں ہوتا سند تو ناموں کی ایک لڑی کو کہتے ہیں۔ جن میں راویان کے نام ہوتے ہیں اور انہی راویان حدیث سے حدیث پر صحیح اور ضعیف کا اطلاق ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ حدیث صحیح کی تعریف اور حدیث ضعیف کی تعریف بہرحال یہاں اصطلاحات حدیث سے بحث کرنا میرا مقصد نہیں۔ بس سمجھانا یہ چاہتا ہوں کہ ضعیف کا لفظ سنا سنا کر بھولی بھالی عوام کو گمراہ نہ کیا جائے کاش کہ کسی اہلسنت کے مدرسے کے کسی ادنیٰ سے طالب علم سے شرح نخبۃ الفکر پڑھی ہوتی تو کم از کم حدیث صحیح اور حدیث ضعیف میں تمیز آجاتی۔

اب ہم پھر اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں کہ امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ کی شرح الصدور سے جواحادیث بیان کی گئی ان کے راوی ابونعیم۔ابو الشیخ اور ابن ابی الدنیا ہیں۔

ابونعیم کے بارے میں امام ذہبی حمزہ بن عباس علوی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حمزہ بن عباس علوی کہتے ہیں۔محدثین کہا کرتے تھے کہ ابونعیم کا چودہ سال تک کوئی نظیر نہیں تھا۔مشرق ومغرب میں ان سے بڑا کوئی حافظ حدیث نہ تھا اور نہ کسی کے پاس ان سے اعلیٰ سند تھی۔

(مترجم تذکرۃ الحفاظ ص 733 ج 3 مطبوعہ اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

امام ابوالشیخ کے بارے میں حافظ ذہبی ابن مردویہ اور ابوبکر خطیب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ابن مردویہ نے فرمایا آپ ثقہ اور مامون تھے اور ابوبکر خطیب فرماتے ہیں کہ آپ حافظ ثبت اور متقن تھے۔

(مترجم تذکرۃ الحفاظ ج 3 ص 644 مطبوعہ اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

امام ابن ابی الدنیا کے بارے حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ آپ راست گو عالم اور ممتاز محدث تھے۔

(مترجم تذکرالحفاظ ج 2 ص 473 مطبوعہ اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

یہ تو وہ آئمہ تھے جن کی احادیث امام جلال الدین سیوطی نے بیان فرمائیں اب ان احادیث کے بعد ایک اور حدیث مبارکہ جو کہ امام بخاری کی سماعت بعد الممات کے ضمن میں ہم نے بیان کی ہے۔اس حدیث مبارکہ سے امام بخاری کا عقیدہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ بھی سماع موتی کے قائل تھے۔صحیح بخاری کا نام لینا بہت آسان ہے مگر صحیح بخاری کو پڑھنا بہت مشکل ہے اسی لیے کسی نے سچ کہا۔

بے عشق نبی جو پڑھاتے ہیں بخاری
آتا ہے بخار ان کو بخاری نہیں آتی

احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حیات بعد الممات اور سماعت بعد الممات ثابت ہونے کے بعد اب جو قابل توجہ امر ہے۔وہ یہ کہ جو زندہ بھی ہو اور سنتا بھی ہو بتاؤ وہ مدد کیسے نہیں کر سکتا۔مدد کرنے کے لیے زندہ ہونا قوت بصارت کا سلامت ہونا اور قوت سماعت کا سلامت ہونا اور صاحب اختیار ہونا ضروری ہے اور ہوش وہواس کا سلامت رہنا بھی ضروری ہے۔

حیات بعد الممات پر اور سماعت بعد الممات پر سیر حاصل گفتگو ہو چکی ہے۔اب بصارت بعد الممات کا ہونا اور صاحب اختیار ہونا اس پر ہم ان شاء اللہ گفتگو کریں گے اور اسی گفتگو میں حضور علیہ السلام سے مدد مانگنا بھی ثابت ہو جائے گا شیخ تقی الدین فرماتے ہیں حضور علیہ السلام سے توسل و استغاثہ اور شفاعت چاہنا جائز بھی ہے اور امر مستحق بھی ہے اور کسی مذہب والے نے اس کا انکار نہیں کیا۔

(شفاًء السقام ج 1 ص 150 مکتبہ الحقیقۃ ترکی)

امام جلال الدین سیوطی امام ابن ابی الدنیا کے حوالے سے رقمطراز ہیں۔

ابن ابی الدنیا نے حضرت مجاہد سے روایت کی ہے فرماتے ہیں کہ جب میت کی فرشتہ جان قبض کر لیتا ہے تو وہ غسل کفن دفن تک ہر چیز کو دیکھتا ہے۔

(ترجم شرح الصدور ص 193 مطبوعہ کتب خانہ شان اسلام لاہور)

پھر امام جلال الدین سیوطی ابن ابی الدنیا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔

ابن ابی الدنیا نے بکر بن عبداللہ المزنی سے روایت کی ہے۔فرماتے ہیں

کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جو شخص فوت ہوتا ہے اس کی روح ملک الموت کے قبضے میں رہتی ہے پھر وہ اسے غسل دیتے ہیں کفن پہناتے ہیں اور وہ اپنے گھر والوں کے عمل کو دیکھ رہا ہوتا ہے اور اگر وہ بولنے پر قادر ہو تو وہ انہیں رونے دھونے اور واویلا کرنے سے منع کر دے۔

(مترجم شرح الصدور ص 194 مطبوعہ کتب خانہ شان اسلام لاہور)

پھر امام جلال الدین سیوطی ابن ابی الدنیا سے بیان کرتے ہیں۔

ابن ابی الدنیا نے القبور میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو میت بھی چارپائی پر رکھی جاتی ہے اور پھر تین قدم اسے لے کر چلتے ہیں تو وہ باتیں کرتی ہے جسے سوائے جن و انسان کے تمام مخلوق سنتی ہے وہ کہتی ہے اے بھائیو میری نعش اٹھانے والو تمہیں یہ دنیا دھوکے میں نہ ڈالے جیسے اس نے مجھے دھوکے میں ڈالا اور زمانہ تمہارے ساتھ ہاتھ نہ کر جائے جیسے اس نے میرے ساتھ کیا میں نے جو کمایا اپنے وارثوں کے لیے چھوڑ کر جا رہا ہوں اور حساب لینے والا مجھ سے قیامت کے روز جھگڑے گا اور حساب مانگے گا اور تم بھی مجھے یہاں چھوڑ کر جا رہے ہو۔

(مترجم شرح الصدور ص 197 مطبوعہ کتب خانہ شان اسلام لاہور)

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمتہ اللہ علیہ کی احادیث مبارکہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ خواہ کوئی بھی شخص ہو وہ مرنے کے بعد اپنے کفن دفن تک کو دیکھ رہا ہوتا ہے اور اس کے ہوش و ہواس سلامت ہوتے ہیں تب ہی تو وہ لوگوں کو نصیحت کر رہا ہوتا ہے اور رونے والوں کو منع کر رہا ہوتا ہے وہ الگ بات ہے کہ اسے بولنے کی قدرت نہیں ہوتی۔ اب اس ضمن میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ملاحظہ فرمائیں۔

9- حدیث مبارکہ:

حضرت ابو جوزا اوس بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ کے لوگ سخت قحط میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی۔ اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے پاس جاؤ اور اس سے ایک کھڑکی آسمان کی طرف اس طرح کھولو کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان کوئی پردہ حائل نہ رہے۔ راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے ایسا ہی کیا تو بہت زیادہ بارش ہوئی یہاں تک کہ خوب سبزہ اگ آیا اور اونٹ اتنے موٹے ہو گئے جیسے وہ چربی سے پھٹ پڑیں گے۔ اس سال کا نام ہی (پیٹ) پھٹنے کا سال رکھ دیا گیا۔

(مشکوۃ المصابیح ص 545 باب الکرامات مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(مترجم سنن دارمی ج 1 ص 90 باب اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ بعد موتہ رقم 93 مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

(شفاء السقام ص 159 باب فی التوسل والاستغاثہ مطبوعہ مکتبہ الحقیقہ استنبول)

اس حدیث مبارکہ میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان مبارک اس عقیدہ صحیحہ پر دلالت کر رہا ہے۔

کہ رب بھی عطا فرماتا ہے۔ تو مدد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور وسیلہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عطا فرماتا ہے۔

اور پھر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کون موحد ہو سکتا ہے۔ وہ اگر چاہتی تو فرما سکتی تھیں کہ چلو مل کر اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں اگر یہ بھی فرما دیتیں تو ٹھیک تھا مگر ام المومنین رضی اللہ عنہا کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ مدد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کچھ ممکن نہیں ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں دوسرا نکتہ یہ

ہے کہ کیا اللہ رب العزت کو معلوم نہیں تھا کہ لوگوں کا کیا حال ہو رہا ہے۔ اگر وہ چاہتا تو بغیر مدد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارش برسا سکتا تھا۔ وہ قادر مطلق ہے مگر رہتی دنیا تک اس نے ایک اصول بنا دیا کہ

جس کو جو بھی ملتا ہے ان کے در سے ملتا ہے
بٹ رہی ہیں خیراتیں چار سو مدینے کی

عاشقانہ نکتہ:

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ قبر مبارک میں کھڑکی بناؤ اور اس طرح کے آقا علیہ السلام اور آسمان کے درمیان پردہ حائل نہ رہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جانتی تھیں کہ آسمان بھی رخ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کے لیے ترس گیا ہے۔ وہ جب تک رخ مصطفیٰ کا نظارہ نہیں کر لیتا تب تک بارش کیسے برسائے گا اور میرا وجدان یہ کہتا ہے کہ جو بارش ہوئی تھی وہ حقیقت میں آسمان نے رخ مصطفیٰ کے نظارے کی خوشی میں آنسو بہائے ہوں گے۔

گر آسمان تیرے تلووں کا نظارہ کرتا
ہر روز اک چاند تصدق میں اتارا کرتا

اسی ضمن میں اس عقیدے کو مزید نکھارنے کے لیے امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ

10-اثر:

عبدالرحمان بن سعد بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سن ہو گیا تو ایک آدمی نے اس سے کہا کہ لوگوں میں سے جو آدمی آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہو اس کو یاد کر لو تو آپ نے فرمایا یا محمد

(الادب المفرد ص 346 مطبوعہ دار الصدیق سعودیہ)

اس حدیث مبارکہ میں امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے بڑے واضح الفاظ میں اس عقیدہ حق کو نکھارا ہے چاہے یہ حدیث مبارکہ ضعیف ہے مگر جیسا مذکورہ صفحات میں میں نے ذکر کیا کہ فضائل میں حدیث ضعیف بھی لائق اعتبار ہوتی ہے اور پھر امام بخاری بھی اسی قاعدہ کو ماننے والے ہیں۔

بخاری کا نام جپنے والوں سے ہمارا یہ سوال ہے کہ امام بخاری کا عقیدہ تو سراسر آپ کے خلاف ہے اب صرف آپ کے لیے صرف دو راستے ہیں یا تو امام بخاری کا نام لینا چھوڑ دو۔ یا پھر امام بخاری کی باتیں مان کر عقیدہ حق کو اپنا لو کیونکہ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدہ کی وضاحت کے بعد اب فرار کی تمام راہیں مسدود ہو گئی ہیں اور اس عقیدہ کو اپنانے کا حصہ اللہ تعالیٰ نے اہلسنت کے لیے مقدر فرما دیا ہے اور اسی میں نجات ہے۔

جب میں امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی الادب المفرد مارکیٹ سے خریدنے گیا تو مجھے عربی نسخہ نہ مل سکا میں گھر لے آیا اور بالاستیعاب جب اس کا مطالعہ کیا تو جب میں اس حدیث پر پہنچا تو اس کا جو معنی کیا گیا تھا اس معنی میں جو آخری لفظ "یا محمداہ" ہے اس کو صرف محمد لکھا گیا۔ اور لفظ "یا" کو چھوڑ دیا گیا۔ میں نے فوراً ایک اور جگہ جہاں عربی کتب فروخت ہوتی ہیں وہاں فون کیا انہوں نے بتایا کہ صرف ایک نسخہ عربی کا پڑا ہوا ہے۔ میں فوراً گھر سے نکل کر وہاں پہنچا اور وہ کتاب لے آیا۔ اس کا ترجمہ مولانا محمد خالد خان نے کیا تھا۔

اب جو بات بتانا چاہتا ہوں وہ یہ کہ کم از کم اپنا مسلک بچانے کی خاطر اپنی انا کی خاطر احادیث و آثار میں تحریف کرنا تو چھوڑ دو کیوں اپنے مسلک اور اپنی انا کی خاطر آخرت کی رسوائی مول لے رہے ہو۔

خواص یعنی علماء کرام تو ان کی اس مکاری سے واقف ہیں ہی مگر عوام

الناس کو بتانا چاہتا ہوں کہ ایسی کوئی بھی بات جو آپ ان تراجم میں پائیں ضرور مسلک اہل سنت کے کسی مستند عالم دین سے اس کی وضاحت کروائیں۔ اللہ پاک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نعلین کا صدقہ مکاریوں سے ہمیں بچائے رکھے۔ (آمین)

11- شیخ تقی الدین سبکی کا عقیدہ:

اسی ضمن میں شیخ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام سے توسل ہر حال میں جائز ہے۔ (شفاء السقام ص 150 مطبوعہ مکتبہ الحقیقہ ترکی)

اس عقیدہ کی وضاحت کے بعد جیسا کہ میں نے مذکورہ صفحات میں ایک اور سوال کا ذکر کیا تھا کہ صحابہ کرام کس کے مزار پر جا کر دعا مانگتے تھے؟ اس سوال کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ مزارات پر جانا حرام ہے حالانکہ کثیر تعداد میں صحابہ کرام کے معمولات میں تھا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پر آتے بھی اور سلام بھی صیغہ ندا کرتے اور دعا بھی کرتے۔ اس سوال کا جواب مذکورہ صفحات میں سیدنا ابو ایوب انصاری والی حدیث میں بھی آ گیا کہ وہ قبر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر چہرہ جھکائے بیٹھے تھے اور ظاہر ہے کہ یہ صحابی رسول کچھ نہ کچھ تو حضور سے مانگ رہے ہوں گے۔ ظلم سے پناہ۔ دین اسلام کی سلامتی وغیرہ اور پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس مزار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اور کون سا مزار تھا جو اس جیسی فضیلت اور شان کا حامل ہو اور پھر آج بھی اور قیامت تک اس مزار سے بڑھ کر اہل ایمان کے ہاں کوئی مزار نہیں۔

12- تائیدات محدثین:

اس ضمن میں قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام مالک نے ابن

ابی وہب کی روایت میں فرمایا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرو اور دعا مانگو تو قبر شریف کے سامنے آپ کے چہرہ انور کے مواجہ کی جگہ کھڑے ہو۔ قبلہ کی طرف کھڑے نہ ہو اور قریب ہو کر سلام عرض کرو اور آپ کی قبر مبارک کو اپنے ہاتھ سے نہ چھوؤ۔ (مترجم الشفاء ج 2 ص 89 مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور)

اس روایت میں در مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دعا مانگنے کا ثبوت بھی ہے اور در مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کے آداب بھی سکھائے گئے یں اور دعا مانگنے کی جگہ کا بھی بتایا گیا ہے کہ کہاں کھڑے ہو کر دعا مانگی جائے۔

قاضی عیاض مالکی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کے بعد حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں لکھا ہے کہ:

حضرت ابن عمر کو دیکھا گیا کہ وہ منبر شریف کی اس جگہ پر جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہوتے وہ اپنے ہاتھ رکھتے پھر اپنے چہرے پاک مس کرتے تھے۔ ابن قسیط او عتیبی سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام کا یہ حال تھا کہ جب بھی وہ مسجد نبوی میں حاضر ہوتے منبر کے اس کنارے کو جو قبر انور کے قریب ہے۔ اپنے داہنے ہاتھ سے پکڑتے تھے اس کے بعد قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا مانگتے تھے۔ موطا میں بروایت یحییٰ بن یحییٰ لیثی یہ ہے کہ حضرت ابن عمر قبر نبوی کے پاس کھڑے ہوتے پھر حضور علیہ السلام پر سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر درود بھیجتے۔

ابن قاسم اور قطبی کے نزدیک یہ ہے کہ ابوبکر و عمر کے لیے دعا مانگتے تھے۔ (اس کے بعد فرماتے ہیں) پھر مواجہہ شریف میں تواضع وقار کے ساتھ کھڑا ہو۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام پر درود بھیجے جتنا ہو سکے۔ آپ کی تعریف و ثناء بیان کرے اور سلام کرے اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما دونوں کے لیے ''دعا'' مانگے۔ (مترجم الشفاء ص 91-90 ج 2 مطبوعہ اعلیٰ حضرت لاہور)

پھر اسی ضمن میں امام قسطلانی مزارات پر جانے کا جواز قائم فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔

ابن نجار روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک عورت نے سوال کیا۔ میرے لیے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کھول دو۔ پس انہوں نے کھول دی۔ وہ عورت اتنا روئی کہ فوت ہوگئی۔

(مواہب اللدنیہ ص 595 ج 3 مطبوعہ المکتبہ التوفیقیہ مصر)

حضرت نافع حضرت ابن عمر کے بارے میں فرماتے ہیں کہ آپ جب کہیں سے سفر کر کے واپس آتے اور مسجد (نبوی) میں داخل ہوتے پھر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مقدس پر آتے اور عرض کرتے السلام علیک یا رسول اللہ! اسلام علیک یا ابا بکر السلام علیک یا ابتاہ

(مواہب اللدنیہ ص 596 ج 3 مطبوعہ مکتبہ التوفیقیہ مصر)

محمد بن حرب الہلالی فرماتے ہیں کہ میں قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آیا اور زیارت کی اور میں سینے کی طرف بیٹھ گیا۔ اتنی دیر میں ایک اعرابی آیا اس نے بھی زیارت کی پھر کہنے لگا۔ اے خیر الرسل بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو کتاب صادق نازل فرمائی ہے۔ اس میں فرمایا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ
وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝

اور میں آیا ہوں آپ کے پاس گناہوں کی معافی مانگنے اور آپ کو رب کے حضور شفیع بنانے کے لیے۔ پھر وہ کہنے لگے۔

یا خیر دفنت با القاع اعظمه   فطاب من طیبهن القاع والاکم

اے بہترین ہستی جنکی مبارک استخوان زمین میں مدفون ہے۔ پس ان کی

پاکیزہ خوشبو سے اس زمین کے ٹیلے اور ٹکڑے بھی معطر و پاکیزہ ہیں۔

نفسی الفداء لقبر انت ساکنه   فیه العفاف و فیه الجود و الکرم

میری جان اس روضہ اقدس پر فدا جس میں آپ آرام فرما ہیں۔ اور اس قبر انور میں جود و کرم اور پاک دامنی کا سرچشمہ ہیں۔

اور پھر اعرابی وہیں ٹھہرا رہا (یعنی قبر پاک پر) اور کہنے لگا۔ اے اللہ تو نے حکم کیا ہے۔ غلاموں کو آزاد کرنے کا اور یہ آپ کے حبیب ہیں اور میں تیرا غلام ہوں پس مجھے آزاد کر دے جہنم کے عذاب سے اپنے محبوب کی قبر پر آنے کی وجہ سے پس وہ بہت اونچی آواز میں رویا۔

(پھر کہنے لگا) اے جس سے میں سوال کر رہا ہوں تو ہی واحد ہے۔ تو ہی آزاد کرنے والا ہے۔ کیا میں نے تمام مخلوق کا سوال تو نہیں کیا۔ تو آواز آئی کہ تو آزاد کر دیا گیا ہے جہنم کے عذاب سے۔

(مواہب اللدنیا ج 3 ص 596 مطبوعہ مکتبہ التوفیقیہ مصر)

14- اشرف علی تھانوی کی تائید:

اسی روایت کو شیخ اشرف علی تھانوی نے بھی روایت کیا ہے اس روایت کو بیان کرنے کے بعد اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ:

محمد بن حرب (جو اس کے راوی ہیں) کی وفات 228ھ میں ہوئی غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور اس وقت کسی سے انکار منقول نہیں پس حجت ہوگیا۔

(تذکرۃ الحبیب تسہیل نشر الطیب فصل 38 ص 321 مطبوعہ زمزم پبلشر کراچی)

پھر امام قسطلانی فرماتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا جس نے

میری قبر کی زیارت کی یا فرمایا جس نے میری زیارت کی قیامت کے دن میں اس کے لیے گواہ اور شفاعت کرنے والا ہوں گا۔

(مواہب اللدنیا ص 589 ج 3 مکتبہ التوفیقیہ مصر)

حضرت انس ابن مالک فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو احتساب کرتا ہوا مدینہ میں آیا قیامت کے دن وہ میرے پڑوس میں ہوگا۔

(مواب اللدنیا ص 589 ج 3 مکتبہ توفیقیہ مصر)

ابو الفضائل الحموی فرماتے ہیں میں خدام الحجرۃ المقدسہ میں سے ایک خادم تھا۔ میں گواہ ہوں اس شخص کا جو زائرین شیوخ میں سے تھا۔ وہ آیا بند دروازے حجرہ شریف کی طرف پس اس نے سر جھکایا عتبہ کے طرف جب اسے ہلایا گیا تو وہ وصال فرما چکے تھے اور تھے ان لوگوں میں سے جو ان کے جنازہ میں شریک ہوئے ابو الفضائل حموی فرماتے ہیں جب زائر آئے تو حضور قلب سے آئے۔ اپنی آواز اور اپنی نگاہوں کو پست کرے اور اپنے اعضاء کو پُرسکون کر لے اور اس طرح گویا ہو اسلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا نبی اللہ السلام علیک یا حبیب اللہ السلام علیک یا خیر خلق اللہ السلام علیک یا سید المرسلین و خاتم النبیین السلام علیک یا قائد الغر المحجلین السلام علیک علی سائر الانبیاء و سائر عباد اللہ الصالحین اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے رسالت کا پیغام پہنچا دیا اور امانت کو ادا کر دیا اور امت کو نصیحت کر دی۔ اور اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ادا کر دیا۔

(مواہب اللدنیا ص 595 ج 3 مکتبہ التوفیقیہ مصر)

یزید بن ابو سعیدی مہری سے مروی ہے کہ جب میں عمر بن عبدالعزیز کے پاس پہنچا تو جب رخصت ہونے لگا تو آپ نے فرمایا تم سے میری ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ جب تم مدینہ منورہ حاضر ہو تو بہت جلد روضہ نبوی پر حاضر ہو کر میری طرف سے سلام عرض کرنا۔ (مترجم الشفاء ص 89 ج دوم مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور)

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ حاتم اصم قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے تھے۔ پس عرض گزار ہوئے۔ اے رب ہمیں خالی ہاتھ نہ لوٹانا قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ پس ندا آئی اے شیخ تجھے اجازت نہیں تھی میرے حبیب کی قبر کی زیارت کی۔ تحقیق ہم نے قبول کر لیا جا تو اور اور تمہارے ساتھ جو زائر ہیں سب کو بخش دیا۔

(مواہب اللدنیا ج 3 ص 597 مکتبہ التوفیقیہ مصر)

ان تمام احادیث و آثار کا خلاصہ کچھ اس طرح سے ہے کہ حضور علیہ السلام اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور سنتے بھی ہیں اور اپنی قبر انور کی زیارت کو آنے والے کو دیکھتے بھی ہیں اور اس کی قلبی کیفیت کو بھی جانتے ہیں جیسا کہ صاحب المواہب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارک سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اور احتساب کرتا ہوا آیا قیامت کے دن میں اس کی شفاعت بھی کروں گا اور اپنے پڑوس میں جگہ بھی عطا کروں گا۔

ان احادیث مبارکہ میں قابل غور بات یہ ہے کہ زائر زیارت کرنے کی غرض سے دنیا کے کسی بھی خطے سے چل کر مدینۃ المنورہ آتا ہے اور زیارت مزار

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کرتا ہے۔ اب معترض کے گمان کے مطابق حضور زندہ نہیں۔ تو بتاؤ پھر ان احادیث کو بھی جھوٹا کہو گے۔ معلوم ہوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چاہے اس دار فانی سے ظاہری طور پر پردہ فرما گئے مگر سماعت و مشاہدہ اسی طرح فرماتے ہیں جیسا کہ دنیا میں رہ کر فرماتے تھے بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ اللہ نے انہیں قوت سماعت وقوت مشاہدہ عطا کیا ہوا ہے۔

جب حضور علیہ السلام زندہ بھی ہیں سنتے بھی ہیں تو ان سے مدد مانگنا بھی جائز ہو گیا اور ان کے مزار پاک پر بھی جانا جائز ہو گیا۔

جیسا کہ صاحب المواہب نے اور شیخ اشرف علی تھانوی نے لکھا کہ ایک شخص جو گناہوں کو بخشوانے کے لیے در مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پہ آیا اور اس نے کہا میں آپ کے پاس گناہوں کو بخشوانے کے لیے اور اللہ کے حضور آپ کو شفیع بنانے آیا ہوں پھر اس کو ندا دی گئی کہ تیری بخشش ہو گی۔

اس کے بعد معترض نے مزارات پر جانے اور دعا مانگنے کا ثبوت مانگا تو یہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اثر سے واضح ہے کہ انہوں نے ایک عورت کے لیے مزار پاک کا دروازہ کھولا اور دعا مانگنے کے لیے قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ کا بیان کردہ اثر سیدنا عبداللہ ابن عمر کے بارے میں واضح ہے کہ آپ مزار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جا کر سیدنا ابوصدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعا مانگتے تھے اور شیخ تقی الدین سبکی کے نزدیک ہر حال میں اور ہر زندگی میں توسل بھی جائز اور استغاثہ بھی جائز وغیرہ وغیرہ۔

اس تمام بحث میں حرف اخر یہ ہے کہ اہلسنت والجماعت کا عقیدہ وہ عقیدہ ہے جو اکابرین و اسلاف کا عقیدہ تھا اور یہی وہ عقیدہ برحق ہے جو ہمارے ایمان کو جلا بخشتا ہے اور ہمارے عقیدہ کی کاملیت کا ثبوت ہے تو معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ سیدی وسندی ومرشدی ومولائی سیدی اعلیٰ الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ العزیز کا گھڑا ہوا عقیدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر صاحب ایمان کو ایسا عقیدہ عطا کرے اور جن کو یہ عقیدہ عطا ہوا ہے۔ اللہ پاک اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ان کو اس عقیدہ پر کار بند رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

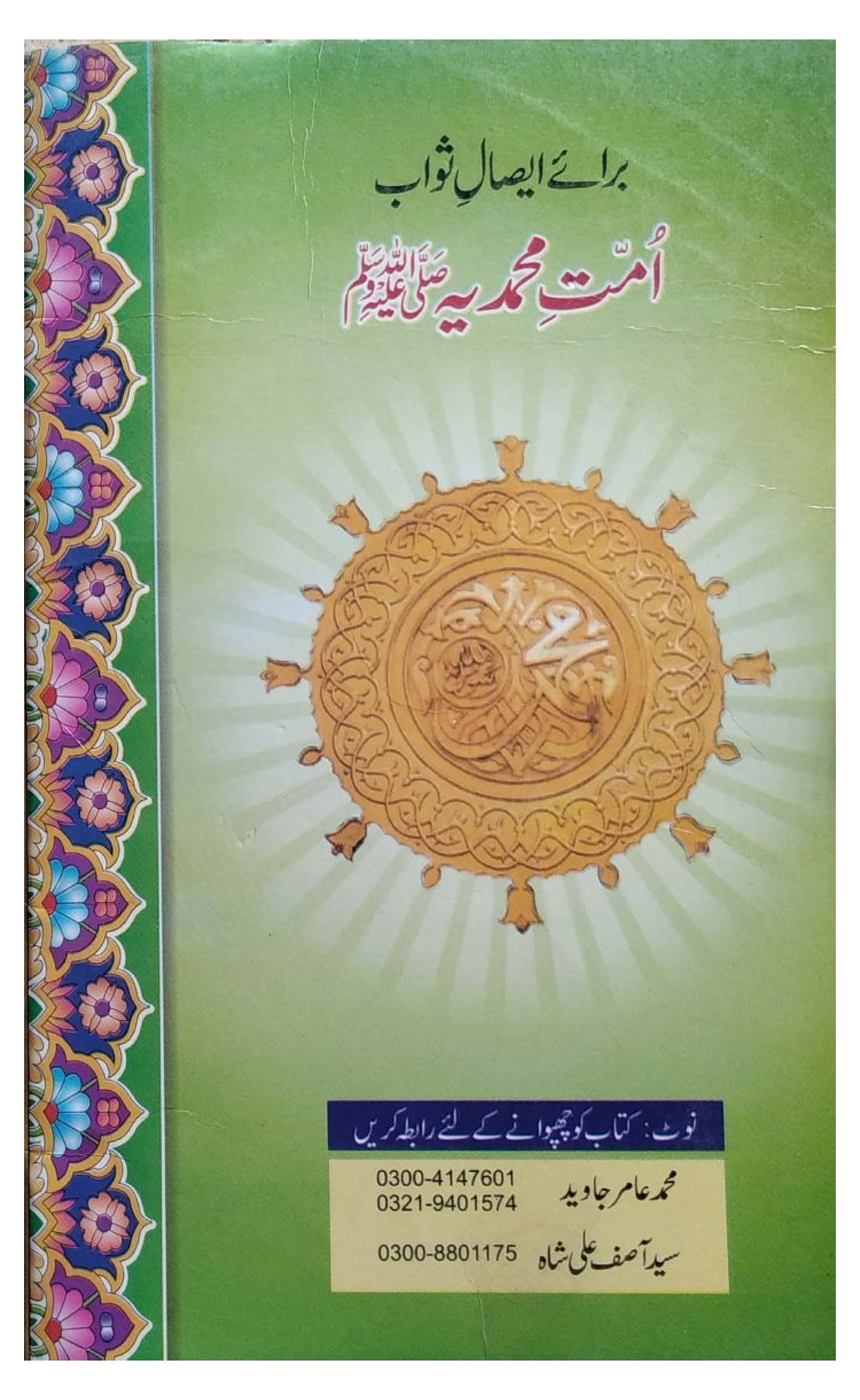
☆☆☆

اردو پنجابی سرائیکی نعتوں پر مشتمل ایک منفرد مجموعہ

نوائے ہاشمی

مصنف سید صالح محمد شاہ

ملنے کا پتہ مکتبہ جمال کرم، اردو بازار، لاہور


برائے ایصالِ ثواب
اُمّتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم
نوٹ: کتاب کو چھپوانے کے لئے رابطہ کریں
محمد عامر جاوید
0300-4147601
0321-9401574
سید آصف علی شاہ
0300-8801175